بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

﴿المصلح الموعود﴾

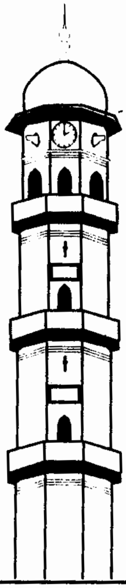

ماہنامہ

مشکوٰۃ

قادیان

Monthly MISHKAT Qadian

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان

جلد ۲۰　　　وفا ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمطابق جولائی ۲۰۰۱ء　　　شمارہ ۷

نگران: محمد نسیم خان

صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

ایڈیٹر

زین الدین حامد

نائبین

نصیر احمد عارف

عطاء الٰہی احسن غوری

مینجر: طاہر احمد چیمہ

پرنٹر و پبلشر: منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے

کمپیوٹر کمپوزنگ: عطاء الٰہی احسن غوری، طاہر احمد آفتی، شاہد احمد ندیم، صمد احمد غوری

دفتری امور: طاہر احمد چیمہ

مقام اشاعت: دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

مطبع: فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان

سالانہ بدل اشتراک

اندرون ملک: 100 روپے

بیرون ملک: 30 امریکن $ یا متبادل کرنسی

قیمت فی پرچہ: 10 روپے

ضیا پاشیاں

ادا ریہ	2	حضرت مسیح ناصریؑ کا حقیقی مشن-1	13
فی رحاب تفسیر القرآن	3	تقویم ہجری شمسی کا اجراء-7	18
کلام الامام	5	خدام الاحمدیہ کے فرائض منصبی	22
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے...	6	قرض کے بارے میں اسلامی تعلیم	27
احمدیت کی برکات-2	12	رپورٹ تربیتی کیمپ	33

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

Printed at Fazle Umar Printing Press Qadian and Issued from Office Majlis Khuddamul Ahmadiyya Qadian (Pb)

By Munir Ahmad Hafizabadi M.A Printer & Publisher.

اداریہ

مذہبی قوموں کی تعمیر میں اخلاقِ حسنہ کا کردار -- (2)

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24رنومبر 1989ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو پانچ بنیادی اخلاق کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جنمیں سے پہلا خلق سچائی ہے۔ جسکے متعلق کسی قدر تفصیل سے قبل ازیں ذکر کیا جاچکا ہے۔ دوسرا بنیادی خلق جس کے بارے میں حضور انور نے بیان فرمایا ہے وہ نرم زبان کا استعمال ہے۔ اس تعلق سے بعض باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ قارئین! یہ ایک بنیادی اور اہم خلق ہے نہ صرف جماعت کی اندرونی شیرازہ بندی، اتحاد و اخوت اور باہمی محبت کو قائم رکھنے کے لئے بلکہ معاشرہ میں امن اور شانتی اور رواداری کے ماحول کو بنائے رکھنے کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ میں اس صفت کے فقدان کے نتیجہ میں کسقدر برائیاں اور بدامنیاں پیدا ہوئی ہیں۔ جو لوگ اس بنیادی صفت سے عاری ہوتے ہیں ان کے کلام میں درشتی اور سختی پائی جاتی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ معاشرہ سے الگ تھلگ رہ جاتے ہیں۔ لوگ ایسے لوگوں سے منہ موڑنے لگتے ہیں۔ ان سے اعراض کرتے ہیں۔ تبلیغ و دعوت الی اللہ کے کاموں میں بھی اس کا منفی اثر ہوتا ہے۔ معاشرہ میں پائے جانے والے اکثر جھگڑوں کی وجوہات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اکثر جھگڑے زبان کی درشتی اور سختی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "البلاء موکل بالمنطق" کہ تمام مصیبتیں زبان کی وجہ سے انسان پہ آتی ہیں۔ ایک عربی شاعر کا کہنا ہے کہ

"لسان الفتی نصف و نصف فؤادہ"

ایک نوجوان کا نصف تو اسکی زبان ہے اور بقیہ نصف تو اس کا دل ہے۔ یعنی دل اور زبان سے ہی انسان کا حقیقی وجود تشکیل پاتا ہے اور جسقدر ان دونوں کی درستی ہوگی اسی قدر انسان ایک اعلیٰ اور قابل قدر وجود بن جاتا ہے۔ پس زبان کو انسانی معاشرہ کی اصلاح میں اور ان کو مصائب سے بچانے میں ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اسلام ایک حقیقی مؤمن سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں شائستہ اور مہذبانہ زبان استعمال کرے۔ اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حقیقی مسلمان کی تعریف میں یہ بیان فرمایا ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ"

حقیقی مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ اپنی زبان یا ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ موجودہ زمانہ نظریاتی لڑائی کا زمانہ ہے۔ دلائل اور براہین کا زمانہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی زبان کے استعمال میں غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ روزمرہ کے معاملات میں سخت کلامی سے کام لیتے ہیں، خواہ مخواہ دوسروں کی ذہنی اذیتوں کا موجب بنتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے اندازِ گفتگو، الفاظ، اسلوب، طرز

(باقی صفحہ پر)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿العلق﴾

﴿سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی تفسیر کبیر سے مأخوذ﴾

چھوتھی قسط

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ میں علاوہ اور مضامین کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کاملہ کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ تو اس رب کے نام کے ساتھ اس تعلیم کا دنیا میں اعلان کر جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے تو دوسرے الفاظ میں اس کا مفہوم یہ نکلا کہ پیدائش عالم کے زمانہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے اس کام کی بنیاد رکھی تھی اس لئے وہ خدا جس نے اس مقصد عظیم کے لئے ساری دنیا کو پیدا کیا تھا اس کی مدد اور تائید و نصرت کے ساتھ تو دنیا میں اپنی نبوت کا اعلان کر۔ کیونکہ پیدائش عالم کی غرض صرف تیرے وجود کو دنیا میں ظاہر کرنا تھا۔ پس جس طرح باسم ربک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اظہار کیا گیا تھا اسی طرح الذی خلق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کاملہ کا اعلان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس دن سے مخلوق پیدا ہوئی ہے اس دن سے صرف تو ہمارا مقصود تھا اور جب سے ہم نے پہلا انسان دنیا میں پیدا کیا اسی دن سے وہ کلام ہمارے مدنظر تھا جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اب جب کہ تو جو دنیا کا حقیقی مقصود ہے پیدا ہو چکا ہے ہم تجھے کہتے ہیں کہ تو دنیا کے پاس جا اور اسے کہہ کہ مجھ پر جو کلام نازل ہوا ہے وہ اتنی بڑی عظمت اور شان رکھتا ہے کہ جب سے اس دنیا کا پہلا ذرہ بنا ہے اسی وقت سے یہ کلام اللہ تعالیٰ کے مدنظر تھا۔ اگر آج کا پیغام ہوتا تب بھی تم اسے ٹھکرا کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے تھے۔ لیکن یہ تو وہ پیغام ہے جس کے لئے اس نے دنیا کی بنیاد رکھی اور یہی وہ پیغام ہے جو پیدائش عالم کا موجب ہوا۔ اتنے بڑے پیغام کو ٹھکرا کر تم خدا تعالیٰ کے عذاب سے کہاں بچ سکتے ہو۔ پس فرمایا تو اس کلام کو میرا نام لے کر پیش کر یعنی بحیثیت رسول ہونے کے اسے دنیا کے سامنے رکھ۔ ایک عام آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکاری حیثیت سے تو ہماری طرف سے جا اور لوگوں سے کہہ کہ جس خدا نے شروع سے لے کر اب تک تمام مخلوق پیدا کی ہے اس نے مجھے بھیجا ہے۔ یعنی پیدائش عالم کی جو غرض تھی وہ آج میرے ذریعہ سے پوری ہوئی ہے۔ اس لئے اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو دنیا کی پیدائش کو لغو قرار دیتے ہو۔ اسی امر کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے کہ "لولاك لما خلقت الافلاك"۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین اور آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا۔ الذی خلق میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تو اس خدا کا نام لے کر دنیا میں اپنی نبوت کا اعلان کر جس نے پیدائش عالم کے زمانہ سے تیرے اس کام کی بنیاد رکھی تھی۔ گویا وہ مضمون جو حدیث قدسی میں آتا ہے درحقیقت نہایت لطیف پیرایہ میں قرآن کریم میں بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ اور وہ حدیث اس آیت کی تشریح ہے۔

دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تو اس خدا کا نام لے کر پڑھ جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یعنی اس کی اس صفت کو جو پیدائش عالم کا موجب ہے اپنی مدد کے لئے بلا اور اس سے کہہ کہ یارب الذی خلقت الخلق

اے میرے رب اگر تو نے مخلوق کو اس کمال کے لئے پیدا کیا ہے جس کے ظہور کا مجھ سے واسطہ ہے تو پھر اس مقصد کو پورا کر جس کے لئے تو نے مجھے دنیا میں کھڑا کیا ہے۔ گویا علاوہ پبلک میں اپنی رسالت کاملہ کا اعلان کرنے کے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ جب تو ہم سے اپنی ترقی کے لئے دعا مانگنے لگے تو ہمیشہ اس طرح مانگ کہ اے خدا جس نے تمام مخلوق کو اس دن کے لئے پیدا کیا تھا میں تجھے تیری اس صفت خلق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جب اس دن کے لئے تو نے ساری دنیا کو پیدا کیا تھا اور اس قدر دیر سے تیرا یہ ارادہ تھا جواب پورا ہونے لگا ہے تو اب اس وقت میری خاص مدد فرما اور میرے اعلان نبوت میں برکت ڈال۔ غرض ادھر پبلک میں یہ اعلان کر کہ جس مقصد کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے وہ معمولی نہیں بلکہ جس دن سے دنیا پیدا ہوئی ہے اسی دن سے یہ مقصد اللہ تعالیٰ کے مدنظر تھا۔ ادھر خدا سے یہ دعا مانگ کہ جس مقصد کے لئے تو نے مجھے کھڑا کیا ہے اس میں مجھے کامیابی عطا فرما کیونکہ اگر مجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو سلسلۂ مخلوق کا مقصد حقیقی باطل ہو جائیگا۔ اس لئے میں تجھے اسی صفت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو مخلوق کی پیدائش کا باعث ہوئی کہ تو مجھے کامیاب کر مجھے ناکامی سے بچا کیونکہ میری ناکامی میں تمام مخلوق کی ناکامی ہے۔ اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کی عظمت کو ظاہر کر دیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا تھا اور دوسری طرف دعا کی قبولیت کا ایک لطیف طریق اس نے آپ کو سکھا دیا۔

میں اوپر مضمون میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ الذی خلق میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو ایک مقصد عظیم کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ مگر وہ مقصد اب تک پورا نہیں ہوا تھا اب اس مقصد کو تیرے ذریعہ سے پورا کیا جا رہا ہے۔ اس کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص جو کسی مذہب کا قائل ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ پیدائش انسانی کسی خاص مقصد کے لئے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبث پیدا نہیں کیا۔ بحر حال کوئی نہ کوئی مقصد تھا جس کے ماتحت انسانی پیدائش عمل میں آئی پس جہاں تک مقصد کا سوال ہے مذہبیات سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ اس سے متفق ہیں لیکن یہ کہ وہ مقصد کس رنگ میں پورا ہوا اس کے متعلق دنیا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقصد ابتدائے عالم میں ہی پورا ہو گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے جو وحی نازل کی وہ تمام ضروریات کے لئے کافی تھی یہ عقیدہ آریہ ہندوؤں کا ہے۔ یہ لوگ ویدوں کو اپنی الہامی کتاب کہتے ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کامل تعلیم ابتدائے زمانہ میں ہی نازل ہو جانی چاہئے اس کے مقابل میں بعض اور لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بے شک انسان کو اس کا مقصد حاصل ہوا مگر وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مقصد انبیاء کے ذریعہ بتدریج انسان کو حاصل ہوا ہے جیسے یہودی کہ وہ کہتے ہیں پہلے آدم آئے پھر نوح آئے پھر ابراہیم آئے پھر اسحٰق آئے پھر اسمٰعیلؑ آئے پھر یعقوبؑ آئے پھر یوسفؑ آئے پھر موسیٰؑ آئے پھر اور انبیاء آئے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وحی الٰہی کا یہ سلسلہ ملاکی نبی تک پہنچا۔ اور اس کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ یہود کے اس عقیدہ پر اگر غور کیا جائے تو کسی چیز کا جو انتہائی نقطہ ہوتا ہے وہ نہ موسیٰ میں نظر آتا ہے اور نہ ملاکی نبی میں کیونکہ موسیٰ خود اپنے کسی مقام کو آخری مقام قرار نہیں دیتے۔ جیسا کہ آگے بتایا جائیگا اور ملاکی کو تو یہود بھی موسیٰ سے بڑا قرار نہیں دیتے۔ پھر سوال یہ ہے کہ پیدائش انسانی کا جو آخری نقطہ تھا وہ کہاں گیا کیا اللہ تعالیٰ اس مقصد کو بھول گیا جس کے ماتحت اس نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا تھا؟

(جاری)

اے میرے رب اگر تو نے مخلوق کو اس کمال کے لئے پیدا کیا ہے جس کے ظہور کا مجھ سے واسطہ ہے تو پھر اس مقصد کو پورا کر جس کے لئے تو نے مجھے دنیا میں کھڑا کیا ہے۔گویا علاوہ پبلک میں اپنی رسالت کاملہ کا اعلان کرنے کے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ جب تو ہم سے اپنی ترقی کے لئے دعا مانگنے لگے تو ہمیشہ اس طرح مانگ کہ اے خدا جس نے تمام مخلوق کو اس دن کے لئے پیدا کیا تھا میں تجھے تیری اس صفت خلق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جب اس دن کے لئے تو نے ساری دنیا کو پیدا کیا تھا اور اس قدر دیر سے تیرا یہ ارادہ تھا جو اب پورا ہونے لگا ہے تو اب اس وقت میری خاص مدد فرما اور میرے اعلان نبوت میں برکت ڈال۔غرض ادھر پبلک میں یہ اعلان کر کہ جس مقصد کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے وہ معمولی نہیں بلکہ جس دن سے دنیا پیدا ہوئی ہے اسی دن سے یہ مقصد اللہ تعالیٰ کے مدنظر تھا۔ ادھر خدا سے یہ دعا مانگ کہ جس مقصد کے لئے تو نے مجھے کھڑا کیا ہے اس میں مجھے کامیابی عطا فرما کیونکہ اگر مجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو سلسلۂ مخلوق کا مقصد حقیقی باطل ہو جائیگا۔اس لئے میں تجھے اسی صفت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو مخلوق کی پیدائش کا باعث ہوئی کہ تو مجھے کامیاب کر مجھے ناکامی سے بچا کیونکہ میری ناکامی میں تمام مخلوق کی ناکامی ہے۔اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کی عظمت کو ظاہر کر دیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا تھا اور دوسری طرف دعا کی قبولیت کا ایک لطیف طریق اس نے آپ کو سکھا دیا۔

میں اوپر مضمون میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ الذی خلق میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو ایک مقصد عظیم کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔مگر وہ مقصد اب تک پورا نہیں ہوا تھا اب اس مقصد کو تیرے ذریعہ سے پورا کیا جا رہا ہے۔اس کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص جو کسی مذہب کا قائل ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ پیدائش انسانی کسی خاص مقصد کے لئے ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبث پیدا نہیں کیا۔بہر حال کوئی نہ کوئی مقصد تھا جس کے ماتحت انسانی پیدائش عمل میں آئی پس جہاں تک مقصد کا سوال ہے مذہبیات سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ اس سے متفق ہیں لیکن یہ کہ وہ مقصد کس رنگ میں پورا ہوا اس کے متعلق دنیا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقصد ابتدائے عالم میں ہی پورا ہو گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے جو وحی نازل کی وہ تمام ضروریات کے لئے کافی تھی یہ عقیدہ آریہ ہندوؤں کا ہے۔یہ لوگ ویدوں کو اپنی الہامی کتاب کہتے ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کامل تعلیم ابتدائے زمانہ میں ہی نازل ہو جانی چاہئے اس کے مقابل میں بعض اور لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بے شک انسان کو اس کا مقصد حاصل ہوا مگر وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مقصد انبیاء کے ذریعہ بتدریج انسان کو حاصل ہوا ہے جیسے یہودی کہ وہ کہتے ہیں پہلے آدم آئے پھر نوح آئے پھر ابراہیم آئے پھر اسحٰق آئے پھر اسمٰعیلؑ آئے پھر یعقوبؑ آئے پھر یوسفؑ آئے پھر موسیٰؑ آئے پھر اور انبیاء آئے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وحی الٰہی کا یہ سلسلہ ملا کی نبی تک پہنچا۔ اور اس کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہو گیا۔یہود کے اس عقیدہ پر اگر غور کیا جائے تو کسی چیز کا جو انتہائی نقطہ ہوتا ہے وہ نہ موسیٰ میں نظر آتا ہے اور نہ ملاکی نبی میں کیونکہ موسیٰ خود اپنے کسی مقام کو آخری مقام قرار نہیں دیتے۔جیسا کہ آگے بتایا جائیگا اور ملاکی کو تو یہود بھی موسیٰ سے بڑا قرار نہیں دیتے۔پھر سوال یہ ہے کہ پیدائش انسانی کا جو آخری نقطہ تھا وہ کہاں گیا کیا اللہ تعالیٰ اس مقصد کو بھول گیا جس کے ماتحت اس نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا تھا؟

(جاری)

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

خلاصہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تیرہویں قسط

سرمہ چشم آریہ

قارئین کرام! پچھلی قسط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف سرمہ چشمہ آریہ کا خلاصہ چل رہا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے معجزہ شق القمر کی حقانیت کے بارہ میں جو دلائل دیئے ہیں ان کا بیان چل رہا تھا۔ اب اسی سلسلہ میں آگے بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں معجزات میں ہمیشہ ایک اخفاء کا پہلو ہوا کرتا ہے تا کہ ایمان بالغیب کی جزاء باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کو، جنت دوزخ اور ملائکہ کے وجود کو پردہ کے پیچھے رکھا مگر اپنے بندوں کو کچھ کچھ اس کو پتہ سے خبر دے دی۔ غرض کچھ دکھلا کر اور کچھ چھپا کر بندوں کو ان سب باتوں پر ایمان لانے کے لئے مامور کیا۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ جب بندہ باوجود کش مکش مخالفانہ خیالات کے خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لائے گا اور سب عجائبات اخروی و وجود دوزخ و بہشت و ملائک وغیرہ کو اس کی قدرت میں سمجھ کر دیکھنے سے پہلے ہی قبول کر لیگا تو یہ قبول کرنا اس کے حق میں صدق شمار کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اسی لئے خدا تعالیٰ کے معجزات بھی خارق عادت ہوتے ہیں۔ مگر دنیا کے نادان اس کو خلاف قانون قدرت کہہ کر اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا ان کو خدا تعالیٰ کے تمام قوانین قدرت پر مکمل عرفان حاصل ہو چکا ہے جو وہ اس معجزہ کو خلاف قدرت قرار دیتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

’’اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شئی نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانونِ قدرت خدائے تعالیٰ کے اُن افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے یا آئندہ آئینگے لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھلانے سے تھک نہیں گیا ہے اور نہ یہ کہ اب قدرت نمائی سے بے زور ہو گیا ہے یا سو گیا ہے یا کسی طرف کو کھسک گیا ہے یا کسی خارجی قاسر سے مجبور کیا گیا ہے اور مجبوراً آئندہ کے عجائب کاموں سے دستکش ہو گیا ہے..... اس لئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسی میں ہے کہ ہم چند موجودہ مشہودہ قدرتوں کو جنہیں ابھی صدہا طور کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت خیال نہ کر بیٹھیں اور اس پر نادان لوگوں کی طرح ضد نہ کریں کہ ہمارے مشاہدات سے خدائے تعالیٰ کا فعل ہرگز تجاوز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعویٰ ہے جو ہرگز ثابت نہیں کیا گیا اور نہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد دوئم ص 94-93)

پس پنڈرت مرلیدھر ڈرائینگ ماسٹر کا یہ اعتراض کہ معجزہ شق القمر خلاف قانون قدرت ہے باطل ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کوئی احاطہ نہیں کہ کوئی خارق عادت امر ظاہر نہ ہو سکے۔ پس یہ ممکن ہے کہ آگ ہمیشہ تو جلاتی ہے مگر کسی وقت اس کی

از عطاء الٰہی احسن غوری منتظم مدرسہ احمدیہ قادیان

ایسی تاثیر ظاہر ہو کہ وہ اپنی اس خاصیت سے باہر آجائے کہ آگ لکڑی کو جلادے۔ حکماء کا یہ بھی قول ہے کہ بعض تاثیرات ارضی و سماوی ہزاروں بلکہ لاکھوں برسوں کے بعد ظہور میں آتی ہیں جو ناواقف اور بے خبر لوگوں کو بطور خارق عادت معلوم دیتی ہیں اور کبھی کبھی کسی زمانہ میں ایسا کچھ ہوتا رہتا ہے کہ کچھ عجائبات آسمان میں یا زمین میں ظاہر ہوتے ہیں جو بڑے بڑے فلسفیوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں اور پھر فلسفی لوگ ان کے قطعی ثبوت ہونے کے شرمندہ ہو کر ان کو قانون قدرت کے اندر ہی گھسیڑ دیتے ہیں۔

اب اس مقدمہ کے بعد حضور علیہ السلام لالہ مرلیدھر ڈرائنگ ماسٹر کے اعتراضات کے جوابات ترتیب وار دیتے ہیں:

اعتراض از طرف لالہ مرلیدھر

''میں نے اس وقت چھ سوال پوچھنے ہیں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی معجزے دکھلاتے رہے ہیں چنانچہ حضرت محمدؐ صاحب نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دونوں آستینوں سے نکال دیا۔ سو یہ امر قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ ایک شئے ہزاروں میل لمبی چوڑی یا ہزاروں میل قطر والی چھ انچ یا ایک فٹ کے سوراخ سے نکل جاوے اور چاند جو ماہواری گردش زمین کے گرد کرتا ہے وہ اپنی گردش کو چھوڑ کر ادھر ادھر ہو جائے جس سے انتظام عالم میں ہی فرق آجائے۔ اور پھر علاوہ اس کے سوائے دو چار شخصوں کے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ کسی ملک میں مثلاً ہندوستان چین برہما وغیرہ کی تاریخوں میں اس کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں بالکل بناوٹی ہیں اگر اصلی ہیں تو ان کا کیا ثبوت ہے۔ مرلیدھر''

(ص108)

اس اعتراض کے جواب میں سب سے پہلی بات جو حضور علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو کر آستین سے نکل جانا بالکل باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ یہ ہم لوگوں کا ہرگز اعتقاد نہیں۔ اور نہ ہی اس بات کا قرآن شریف میں کہیں ثبوت موجود ہے اور نہ ہی احادیث میں۔ پس لالہ جی کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی حدیث یا آیت قرآنی دکھائیں جن سے ہمارا یہ عقیدہ ثابت ہو سکے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسی ہی بات ہے کہ کوئی آریہ صاحبوں پر یہ اعتراض کرے کہ آپ کے ہاں لکھا ہے مہاں دیو جی کی لٹوں سے گنگا نکلی ہے۔

آگے حضور علیہ السلام نے لالہ مرلیدھر کے اس اعتراض کا کہ یہ معجزہ خلاف قدرت ہے نہایت لطیف جواب دیا ہے۔ حضور علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف عقل ہے جس سے انتظام ملکی میں خلل پڑتا ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ جل شانہٗ جو کام صرف قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی ہی وجہ سے ہوتا ہے نہ قدرت ناقصہ کی وجہ سے یعنی جس ذات قادر مطلق کو یہ اختیار اور قدرت حاصل ہے کہ چاند کو دو ٹکڑہ کر سکے اس کو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے کہ ایسے پر حکمت طور سے یہ فعل ظہور میں لاوے کہ اس کے انتظام میں بھی کوئی خلل عائد نہ ہو۔ اسی وجہ سے تو وہ سرب سکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے اور اگر وہ قادر مطلق نہ ہوتا تو اس کا دنیا میں کوئی کام نہ چل سکتا۔''

(ص110-109)

پھر مرلیدھر کا یہ کہنا کہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہ تھا اس کے متعلق حضور علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:

''اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ مسئلہ شق القمر ایک تاریخی

واقعہ ہے جو قرآن شریف میں درج ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو آیت آیت اس کی بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں اور منکروں کو سنائی جاتی تھی اور اس کی تبلیغ ہوتی تھی اور صدہا اس کے حافظ تھے مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز میں اس کو پڑھتے تھے پس جس حالت میں صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوا وَيَقُوْلُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ تو اس صورت میں اس وقت کے منکرین پر لازم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ آپ نے کب اور کس وقت چاند کو دو ٹکڑے کیا اور کب اس کو ہم نے دیکھا لیکن جس حالت میں بعد مشہور اور شائع ہونے اس ایت کے سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا تو صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو ان کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہ رہی غرض یہ بات بہت صاف اور ایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جھوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفوں کی گواہی کے لکھ نہیں سکتے تھے اور اگر کچھ جھوٹ لکھتے تو ان کے مخالف ہمعصر اور ہم شہر اس زمانہ کے اسے کب پیش جانے دیتے۔ علاوہ اس کے سوچنا چاہئے کہ وہ مسلمان لوگ جن کو یہ ایت سنائی گئی او سنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزاروں آدمی تھے اور ہر یک شخص اپنے دل سے یہ محکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یا مرشد یا پیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اور افترا ظہور میں آوے تو سارا اعتقاد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر میں برا معلوم ہونے لگتا ہے، اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھا اور افترا محض تھا تو چاہئے تھا کہ ہزارہا مسلمان جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے ایسے کذب صریح کو دیکھ کر یکلخت سارے کے سارے مرتد ہو جاتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ظہور میں نہیں آئی پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع میں آیا تھا۔ ہر یک منصف اپنے دل میں سوچ کر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ معجزہ شق القمر اسی زمانہ میں بحوالہ شہادت مخالفین قرآن شریف میں لکھا گیا اور شائع کیا گیا اور پھر سب مخالف اس مضمون کو سن کر چپ رہے کسی نے تحریر یا تقریر سے اس کا رد نہ کیا اور ہزاروں مسلمان اس زمانہ کی رؤیت کی گواہی دیتے رہے اور یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدائے تعالیٰ ہے۔''

(ص110-111)

پھر لالہ جی کے اس اعتراض پر کہ شق القمر سے انتظام عالم میں فتور واقعہ ہو جاتا ہے کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر کسی کی خود اپنی ہی عقل میں فتور نہ ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کے ایک نئے خاصہ کا ظہور میں آنا اس کے پہلے خاصہ کے ابطال کے لئے ایک لازمی امر نہیں ہے سو اسی قاعدہ کے رو سے دانشمند لوگ جو خدائے تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں سے ہمیشہ ہیبت زدہ رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ حکیم مطلق جس کی حکمتوں کا انتہا نہیں اس کی طرف قمر و شمس میں ایسی خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود انشقاق کے ان کے فعل میں فرق نہ آوے اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ نزدیک آگئی وہ گھڑی او پھٹ گیا چاند۔ اس ایت کا یہ مطلب ہے کہ روز ازل سے حکیم مطلق نے ایک خاصہ مخفی چاند میں رکھا ہوا تھا کہ ایک ساعت مقررہ پر اسکا انشقاق ہوگا۔''

(ص71)

(جاری)

احمدیت کی برکات (2)

سیروافی الارض کی تفسیر میں

(محترم مولانا محمد اسمٰعیل منیر صاحب مکرم محمد الیاس منیر صاحب اسیر راہ مولیٰ کے والد ماجد ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمایاں طور پر خدمت سلسلہ کی سعادت ملی ہے اور مل رہی ہے۔زیر نظر مقالہ میں وہ اپنی زندگی کے بعض دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پر روشنی ڈال رہے ہیں جو قارئین کے لئے ازدیاد علم و ایمان کے موجب ہوں گے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں''کبھی سفر عجائبات دنیا دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروافی الارض اشارہ فرمارہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یا یھا الذین آمنو اتقو اللّٰہ وکونوا مع الصادقین (توبہ:119) ہدایت فرماتی ہے اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع اخیار کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی کسی بیمار یا تیماردار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی سے جائز ہے۔
(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 307)

مجھے پہلی مرتبہ 1938ء میں گوجرانوالہ سے قادیان جلسہ سالانہ سننے کے لئے سفر کرنے کا موقعہ ملا اس کے بعد حصول علم کی خاطر 1944ء میں وقف کر کے قادیان پہنچا اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد کی تعمیل میں اشاعت اسلام کے لئے سری لنکا، مشرقی افریقہ اور ماریشس کے سفر کئے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حکم پر مغربی افریقہ (نائجیریا، غانا، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون) اور ماریشس کا دوسری مرتبہ سفر تبلیغ اسلام کی خاطر کیا۔

پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ برطانیہ، جرمنی، فرانس، ہالینڈ، Belgium، اٹلی اور سپین کے متعدد سفر بھی کرنے کا موقعہ ملا۔ مسجد بشارت پیدروآباد کے افتتاح پر عزیزم محمد ادریس منیر کے ساتھ Via گلاسکو گیا اور جلسہ سالانہ برطانیہ 1989ء میں بھی حاضر ہوا تھا پھر 1997ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ اور جرمنی میں بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان شمولیت کا نادر موقع ملا۔

میرے دونوں بیٹے محمد داؤد صاحب منیر اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب منیر امریکہ میں 1984ء میں آگئے تھے۔ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اب دوسری بار ریٹائرمنٹ ملنے پر نئی دنیا، امریکہ کی سیر و سیاحت کا موقع خدا تعالیٰ نے دے دیا ہے جہاں ساتھ ساتھ آنریری طور پر تبلیغی اور تربیتی امور سرانجام دینے کا موقع خدا تعالیٰ دے رہا ہے۔ **اللھم بارک زد فزد**

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

امریکہ کا سفر

سیروافی الارض کے حکم کی تعمیل میں اتوار 24 اپریل 1999ء کو لاہور سے روانہ ہو کر بنکاک، سیول سے ہوتے ہوئے کورین ایرویز کے ذریعہ سوموار 25 اپریل کو سان فرانسسکو کے ہوائی اڈہ پہ پہنچا اور

دیرینہ خواب پورا ہوا کہ نئی دنیا کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔

ہم سکول میں پڑھا کرتے تھے کہ 1492ء میں کولمبس نے نئی دنیا (امریکہ) دریافت کی اس وقت سے اسے دیکھنے کی تمنا تھی پر یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 1920ء میں یہاں تشریف لائے تھے جن کو حکومت نے اسلام کی تبلیغ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا بلکہ انہیں فلاڈلفیا اور بعد میں .Elle Island N.Y میں قید کر دیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب تبلیغ کے دیوانے تھے انہوں نے کئی قیدیوں کو مسلمان بنالیا یاد رہے کہ اپنے بحری جہاز میں سفر کے دوران بھی سات مختلف ممالک سے آنے والے مسافروں کو بھی مسلمان بنا چکے تھے۔) چند ہفتوں کے بعد گورنمنٹ نے انہیں ملک کے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی اور نیورک کے بعد شکاگو کو مرکز بنا کر انہوں نے کئی سو امریکیوں کو مسلمان بنالیا۔ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی میری خواہش 1942ء میں پوری ہوئی جب میں موسم گرما کی تطیلات میں اپنے ماموں اور بعد میں خسر بننے والے محترم عبدالغنی صاحب درویش دارالمسیح قادیان کی فیملی کے ساتھ قادیان گیا ہمارا مکان محلہ مسجد فضل میں تھا۔ گھر سے مسجد مبارک آتے وقت حضرت مفتی صاحب کا مکان آتا تھا۔ نماز کے لئے دن میں پانچ وقت آتے جاتے ان سے ملاقات ہوتی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر عاجز نے سلائیڈز کے ذریعہ تربیت و تبلیغ کے پروگراموں میں خوب وسعت پیدا کی امریکہ میں اسلام اور احمدیہ کی مساعی پر سلائیڈز کا مطالبہ ہوا تو عاجز نے وہاں کے مربیان کرام سے اس کے لئے درخواست کی تو وہ سلائیڈز تو مہیا نہ کر سکے البتہ انہوں نے فوٹوز مہیا کر دیں مکرم انعام الحق کوثر صاحب پاکستان آئے تو ان سے بھی بہت مفید فوٹوز مل گئیں۔ امریکہ کے مشن سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور الرابع کے دورہ جات کی چند فوٹوز بھی ملیں جن سے عاجز نے ایک نئی ٹیکنیک ایجاد کر کے بہت اچھی سلائیڈز بنالیں جس سے میرے سلائیڈز لیکچرز میں خوب دلچسپی پیدا ہوگئی ایک دفعہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ امریکہ کے دورہ سے واپس تشریف لائے تو مکرمی چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید کے ساتھ عاجز کو بھی بلایا ہم حاضر ہوئے تو حضور نے اپنے امریکہ کی بہت دلچسپ سلائیڈز ہم دونوں کو عطا فرمائیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سب سے پہلے حضور نے گلاب کے پھول کی بہت عمدہ سلائیڈ دکھائی اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سورہ فاتحہ کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دی ہے اس لئے یہ سلائیڈ بہت اہم ہے۔ پھر حضور نے یہ سلائیڈز مجھے عنایت فرمائی اور سلائیڈز لیکچر کے دوران امریکہ کا ذکر ہوتا تو سامعین میری کمنٹری سن کر سوال کرتے کہ آپ کیا امریکہ بھی ہو آئے ہیں۔ جب عاجز انکار میں جواب دیتا تو لوگ حیران ہوتے کہ واقعات تو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے امریکہ کو دیکھا ہوا ہے۔ بہرحال امریکہ کو دیکھنے کی خواہش اور تیز ہوگئی مگر ان دنوں یہ بات میرے بس میں نہ تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میرے دونوں بڑے بیٹے محمد داؤد صاحب منیر MBA اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب منیر افریقہ اور برطانیہ سے 1984ء میں امریکہ پہنچ گئے وہ آئے تو مزید تعلیم کے لئے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دورہ 1987ء میں ملاقات کا شرف بخشا اور آئندہ پروگرام کے بارہ میں مشورہ مانگنے پر ارشاد فرمایا کہ مربی کے بیٹے مربی ہوتے ہیں۔ آپ کی مجھے امریکہ میں ضرورت ہے اس ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے یہاں مستقل

ڈیرے ڈال دیئے اور اب وہ دونوں امریکن شہری ہیں۔

مجھے 1989ء کے صد سالہ جلسہ U.K میں شمولیت کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی تو ان کا مطالبہ تھا لندن سے آگے آؤں اور ان سے بھی ملتا جاؤں مگر ربوہ پاکستان میں عزیزم محمد الیاس صاحب منیر اسیر راہ مولیٰ ساہیوال کے بچے اداس ہوگئے جن کی وجہ سے جلدی واپس جانا پڑا۔ عزیزم محمد الیاس صاحب منیر کی رہائی پر 1994ء میں عاجز نے مع اہلیہ نجمہ منیر صاحبہ کے امریکن وزٹ ویزہ کی درخواست دی اور انٹرویو کے لئے پیش ہوئے تو لاہور کے امریکن قونصلیٹ یہ کہہ کر درخواست رد کردی۔

We are not sure you will come back.

یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا

Thank you! you saved my Rs.50,000

جو دو ٹکٹوں پر ہمارا خرچ ہونا تھا۔ خوش قسمتی تھی کہ 1997ء کے جلسہ سالانہ یوکے پر عاجز کو بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان شامل ہونے کی توفیق ملی۔ عاجز ان دنوں ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد برائے تعلیم القرآن و وقف عارضی کام کر رہا تھا۔ عاجز کی درخواست پر پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس موقعہ پر سفر امریکہ کی اجزت بھی مرحمت فرمائی کہ جائیں وہاں بھی بچوں کو مل آئیں۔ مگر امریکن ویزا کونسلر نے اس مرتبہ بھی ویزا دینے سے انکار کردیا۔ حالانکہ ایک امریکن سینٹیر کی سفارش پر انہوں نے ویزا اجاری کرنے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔

بہر حال ہم نمائندگان جلسہ لندن کے لئے پہنچے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملاقات کے وقت پہلے یہی پوچھا کہ امریکہ والوں سے مل آئے ہو۔ عاجز نے ویزا نہ ملنے کا بتایا تو فرمایا چلو پھر سہی۔ لندن میں محترم ملک مسعود صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بڑے خوش تھے کہ انہوں نے مجھے Invitaion Letter بھجوایا تھا مگر ویزا نہ ملنے کی خبر سن کر انہیں بھی افسوس ہوا نیز محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ سے مختلف تقریبات میں ملاقاتوں کا موقعہ ملتا رہا اور امریکہ میں احمدیت کی روزافزوں ترقی کے حالات کا علم ہوتا رہا۔ مسجد بیت الرحمان امریکہ کے افتتاح کے موقع پر ایک اہم سووینئر کی تیاری کے سلسلہ میں مکرم برادرم انور محمود خان صاحب ابن مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم ربوہ تشریف لائے تو ان سے بھی مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ سووینئر کی اشاعت پر اس کی ایک کاپی ربوہ میں مجھے ملی جس کو دیکھ کر اور پڑھ کر امریکہ میں احمدیت کی ترقی کو دیکھنے کا جذبہ اور تیز ہوگیا۔

بچوں کے اصرار پر عاجز نے اگست 1998ء میں اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا کہ عاجز 1999ء کے جلسہ سالانہ امریکہ میں شمولیت کرنا چاہتا ہے۔ دو ماہ کی رخصت منظور فرمائی جائے۔ میری یہ درخواست حضور نے صدر انجمن احمدیہ کو سفارش کے لئے بھجوا دی ابھی اس پر کارروائی ہو رہی تھی کہ حضور کا ارشاد ملا کہ ان کو ریٹائرمنٹ دے دی جائے۔

میری پہلی قانونی ریٹائرمنٹ تو 60 سال کی عمر پر 1988ء میں ہو چکی تھی۔ اب تو سال بہ سال Re-employment ہوتی تھی۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کئی سال سے چلی آ رہی تھی کہ میری صحت مزید کام کرنے کے قابل نہیں تاہم حضور کی شفقت سے 12 سال مزید کام کرنے کا موقعہ مل گیا اور اب 72 سال کی عمر میں دوسری ریٹائرمنٹ ہوئی۔ 9 مارچ 1999ء کو دفتر نظارت تعلیم

القرآن سے فارغ ہوا۔ اچانک 15 اپریل کو امریکن قونصلیٹ اسلام آباد سے ویزا کے لئے کاغذات پیش کرنے کی کال آگئی۔ عاجز حاضر ہوا کاغذات مکمل ہونے پر اسی دن ویزا جاری ہو گیا۔ حالانکہ پہلے دوبار Visit Visa کا انکار ہو چکا تھا اب Immigration Visa فوراً مل گیا عاجز نے اسلام آباد میں ہی احمدی ٹریول ایجنٹس سے مل کر کورین ایرویز کی فلائٹ کے متعلق معلومات لیں جو کم خرچ اور بالانشین کے مصداق تھی چنانچہ ربوہ آکر باہمی مشورہ سے 24 اپریل 1999ء کی لاہور سے سان فرانسسکو کے لئے سیٹ بک کروائی اور عزیزہ طاہرہ الیاس (جو جرمنی سے چھٹی پر ربوہ آئی ہوئی تھی) کو ساتھ لے کر 22 اپریل کو لاہور پہنچا راستے میں شاہدرہ میں برادرم حنیف صاحب کی عیادت کی پھر عزیزہ رضیہ محمود خان صاحبہ کے پاس لاہور پہنچے جہاں عزیزم محمد رفیق صاحب اور دیگر عزیزان سے ملاقات کے بعد 24 اپریل اتوار کو لاہور ایرپورٹ سے عزیزہ طاہرہ کو جرمنی کے لئے سوار کروایا پھر دوسری فلائٹ کے ذریعہ خود امریکہ کے لئے روانہ ہوا اور یہاں پہنچنے پر عزیزم ڈاکٹر محمد ادریس نے خوش آمدید کہا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

عزیزم محمد ادریس صاحب منیر کی خوش قسمتی ہے کہ دفتر Skylite سے چند گز کے فاصلہ پر مسجد بیت البصیر ہے جو سان ہوزے (San hose) جماعت کے دوستوں نے اپنی مدد آپ کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے دو سال قبل یہ عمارت 9 لاکھ ڈالر کے صرفہ سے خرید کی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ کے دوران جون 1998ء میں اس کا افتتاح فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ جگہ بہت فراخ اور موزوں ہے اس میں نماز کے لئے مردوں کا ہال ہے جس کے ساتھ وضو کے لئے الگ کمرہ ہے اور سمعی و بصری انتظامات کے لئے الگ کمرہ ہے۔ دوسرا ہال جو پہلے سے بھی وسیع تر ہے عورتوں کے لئے مخصوص ہے جس کے ساتھ لائبریری روم، باتھ روم، بچوں کا کمرہ اور کچن بھی ہے اور پچھلی طرف کھلا صحن اور پہاڑ کا خوبصورت منظر ہے جس میں بچوں کے لئے جھولے اور پینگیں وغیرہ لگی ہوئی ہیں۔ تیسرے بڑے ہال کا نام احمد ہال ہے جس میں دفتر کا کشادہ کمرہ ہے جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ میں احباب سے ملاقاتیں فرمائیں اسی کمرہ میں بیٹھ کر عاجز یہ مضمون بھی قلمبند کر رہا ہے۔ ساتھ ہی بڑا لیکچر ہال ایک طرف لائبریری روم اور سٹور کے علاوہ دو باتھ روم بھی ہیں۔ پارکنگ کے لئے بہت کھلی جگہ موجود ہے جو پبلک ٹرانسپورٹ سے محفوظ ہے۔ اسی پارک میں باسکٹ بال کورٹ بھی بنایا ہوا ہے لیڈیز کے صحن میں بیڈمنٹن کورٹ ہے اور ٹیبل ٹینس کا میز بھی ہال میں موجود ہے۔ الحمد للہ کہ عمارت ہر لحاظ سے یہاں کی جماعتی ضرورتوں کے لئے فی الحال کافی ہے مگر جلدی ہی بڑی جگہ لینے کی ضرورت نظر آرہی ہے۔

یہاں چونکہ کوئی مربی نہیں ہے اس لئے احباب نے مجھے خوشی سے خوش آمدید کہا اور صدر محترمی ملک وسیم احمد صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں عاجز نے خطبات جمعہ اور نماز عشاء کے بعد مختصر درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا روزانہ نماز مغرب اور عشاء کے لئے سب بھائیوں اور بہنوں نے رونق لگانی شروع کر دی۔ مختلف خاندانوں سے تعارف جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو ان کے ہاں جانے سے ہوتا رہا۔ یہاں کی جماعت کے دوست لکھے پڑھے ہیں۔ چندہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق خوب دیتے ہیں۔

(جاری)

حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حقیقی مشن اور موجودہ عیسائی عقائد

ایک حقیقت پر مبنی موازنہ

(قسط اول)

از محترم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ کابلکٹ

دنیا میں توحید قائم کرنے اور بنی نوع انسان کو گناہوں سے نجات دلا کر خدا تعالیٰ کے قرب کی راہ بتانے کے لئے ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامورین ومرسلین مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کے حضرت محمد ﷺ تک مبعوث ہوئے تمام انبیاء و مامورین من اللہ کی سوانح اور ان کی تعلیمات کے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی تعلیمات میں یکسانیت اور یگانگت پائی جاتی ہیں ان سے کوئی بھی نبی ورسول مستثنٰی نہیں ہے۔

اس طرح جب ہم حضرت عیسیٰ مسیح ناصریؑ کی تعلیمات کا بھی انجیل کی رو سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ آپ کی تعلیمات حضرت رسول اکرم صلعم کی تعلیمات سے مشابہت رکھتی ہیں۔

اس کے بالمقابل جب ہم موجودہ عیسائیت کے عقائد پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہاں الوہیت مسیح اور کفارہ کے عجیب وغریب مسائل نظر آتے ہیں جن کا حضرت یسوع مسیح کی تعلیمات سے کسی قسم کا کوئی واسطہ اور تعلق نظر نہیں آتا۔

تردید الوہیت مسیح

سب سے پہلے موجودہ عیسائی عقائد کی بنیاد یعنی حضرت یسوع مسیح کی الوہیت کے مسئلہ کو لیتے ہیں۔ موجودہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت یسوع مسیح خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ حالانکہ جب پوری انجیل کا مطالعہ کیا جائے تو کہیں بھی اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ حضرت مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔ اس کے بالمقابل انجیل کی یہ واضح تعلیم ہے کہ خدا کا تجسم محال ہے یعنی وہ کسی انسان یا کسی اور جسم میں حلول نہیں کرتا۔

جیسا کہ انجیل کہتی ہے:

"اگرچہ انہوں کے خدا کو مان لیا۔ مگر اس کی خدائی کے لائق اسکی بڑائی اور شکر گذاری نہیں کی۔ بلکہ وہ باطل خیالات میں پڑ گئے۔ اور ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے۔ اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپائیوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔

(رومیوں 22-21)

اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ خدا کبھی بھی انسان یا دیگر جاندار کے روپ میں بدل کر نہیں آتا۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ حضرت یسوع مسیح جو ایک انسان کی صورت میں اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے انسان ہی بن کر اور انسانی لوازمات ساتھ لے کر زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خدا ہے اور اس کے اندر الوہیت حلول کر گئی انجیل ہی کی مذکورہ تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔

جب ہم موجودہ انجیل کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں تو حضرت یسوع مسیح کی تعلیم توحید واضح طور پر سامنے آجاتی ہے گویا کہ اصل عیسائیت کی بنیادی تعلیم توحید ہی ہے۔

اس سلسلہ میں بہت سارے حوالہ جات میں سے نمونۃً صرف

تین ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(الف) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور یسوع مسیح کو جس کو تو نے بھیجا ہے پہچانیں (یوحنا 3:17)

یعنی خدا تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور یسوع مسیح خدا کی طرف سے بھیجے گئے دیگر انبیاء و مرسلین کی طرح ایک رسول اور مامور من اللہ تھے۔

(ب) سوائے ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ آسمان اور زمین میں اور بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بہتیرے خدا بہتیرے خداوند ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے۔
(کرنتھیوں 1 8:4-6)

(ج) اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔
(مرقس 30:12)

یہ چند حوالہ جات عہد نامہ جدید سے لئے گئے ہیں جبکہ عہد نامہ قدیم میں توحید پر مبنی بے شمار حوالہ جات پائے جاتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کی بنیادی تعلیم توحید ہے اور حضرت یسوع مسیح کی الوہیت کا نام و نشان بھی انجیل میں نہیں پایا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ بعد کا اختراع ہے۔

حضرت یسوع مسیح کی خدائی ثابت کرنے کے لئے عیسائی حلقوں کی طرف سے یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اس وجہ سے آپ خدا ہیں۔

حالانکہ بائبل عہد نامہ قدیم اور جدید میں (موجودہ تورات و انجیل میں) عام طور پر ابن اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(الف) "اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔" (خروج 4:22,23)

(ب) "سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔" (تواریخ 1 22:9,10)

(ج) "داؤد خدا کا بیٹا ہے۔" (زبور 89:25,27)

(د) "تمام یتیم بچے خدا کے بیٹے ہیں۔ (زبور 68:5,6)

حضرت یسوع مسیح نے خود ابن اللہ کے اصطلاح کی حقیقت واضح فرمائی تھی جیسا کہ یوحنا کی انجیل کہتی ہے۔

یہودیوں نے اسے (یسوع کو) سنگسار کرنے کے لئے پتھر اُٹھائے یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہت سے اچھے کام دکھائے۔ ان میں سے کس کے سبب سے سنگسار کرتے ہو؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔ جبکہ اس نے اُنہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ تم نے اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے بھیجا ہے کہتے ہو کفر بکتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

(یوحنا 10:31-36)

حضرت یسوع مسیح نے یہاں جس مقدس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ زبور ہے جس میں لکھا ہے خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو کہا ہے کہ تم الٰہ ہو اور تم خدا کے فرزند ہو۔ پر تم بشر کی طرح مرو گے۔

(زبور 52:4,5,6)

اس میں حضرت مسیح ناصریؑ نے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کی حقیقت کیا استعارۃً کے رنگ میں یہ بیان فرمائی کہ جن پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور جو خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں ان ہی کو ابن اللہ کہا جاتا ہے۔

اس وضاحت کی رو سے حضرت یسوع مسیح کو خدا کے دیگر برگزیدہ افراد یعنی خدا کے مامورین کی طرح ابن اللہ قرار دیا جا سکتا

ہے اس لئے ایسے برگزیدہ بندوں کو اطفال اللہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

یہاں ہم عیسائیوں سے اس سلسلہ میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انجیل میں یسوع کے بارے میں استعارۃً ابن اللہ کہنے کی وجہ سے وہ خدا یا خدا کا بیٹا کہلا سکتے ہیں تو ہم بھی انہیں ایک انساں کہنے پر حق بجانب ہیں۔ اسلئے کہ انجیل میں متعدد مقامات میں اُنہیں ابن اللہ کہا گیا ہے۔

(الف) انجیل میں حضرت یسوع مسیح کا نسب نامہ یوں درج ہے۔

یسوع ابن داؤد ابن ابراھیم متی 1:1

(ب) انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا۔ متی 11:19

(ج) اس طرح متی 5:20، 9:6، 10:23 ملاحظہ ہو ان تمام مقامات میں حضرت یسوع مسیح نے اپنے آپکو ابن آدم یعنی انسان قرار دیا ہے۔

الغرض عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی کوئی بنیاد لیکن حضرت مسیح ناصری علیہ السلام خدا کے بھیجے ہوئے ایک نبی و رسول تھے اور آپ کی آمد کی غرض خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا ہے۔

تردید کفارہ

موجودہ عیسائیت کا دوسرا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ان کے خیال کے مطابق حضرت آدم اور حضرت حوا نے جنت کا ممنوعہ پھل کھا کر گناہ کیا تھا اور یہ گناہ تمام نسل انسانی میں سرایت کر گیا لہذا سب آدم زاد گنہگار قرار پائے۔ اور سب حوا زادیاں گنہگار ٹھہریں۔ اور اس طرح سب بنی نوع آدم اپنے (نا کردہ) گناہ کے باعث لعنتی بن گئے۔

اب خدا کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ ہر گنہگار کو سزا دے اور اسے لعنت کا مستوجب ٹھہرائے۔ مگر اس کے رحم کا تقاضا ہے کہ انسانوں کو سزا نہ دے اور اسے لعنتی بننے سے بچائے۔ اس طرح خدا کے یہ دونوں متضاد تقاضے یعنی عدل اور رحم ایک لمبے عرصہ تک کشمکش میں رہے۔ اور اس الجھن میں خدا ہزاروں سال تک مبتلا رہا۔ آخر کار دو ہزار سال قبل خدا کو ایک حل نظر آیا۔ اور اس نے یوں کہا کہ اپنے بے گناہ اور اکلوتے بیٹے یسوع کو دنیا میں بھیجا۔ اس نے بنی نوع آدم کے گناہوں کی سزا یعنی لعنت کو اپنے سر پر اُٹھالیا اور گنہگاروں کی جگہ خود لعنتی بنے اور اس لعنت کا طوق لے کہ صلیب پر جان دے دی۔ اس طرح تمام گنہگاروں کا کفارہ ہو گیا!

اب آیئے بائبل ہی کی رو سے اس عقیدۂ کفارہ کا تجزیہ کر کے اس کا بطلان ثابت کرینگے۔

اس سلسلہ میں بائبل کہتی ہے

خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا۔ اور انسان کو جسے اُس نے بنایا تھا وہاں رکھا اور خداوند خدا نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے کے لئے اچھا تھا۔ زمین سے اُگایا اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا... اور خداوند نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا پھل کبھی نہ کھانا۔ کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھایا تو مراتب سانپ نے (شیطان نے) عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہیں مروگے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائینگی اور تم خدا کی مانند نیک و بد جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں پیدائش باب 2 اور 3 ملاحظہ ہو۔

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔

الف۔ خداوند نے اس لئے اس ممنوعہ درخت کے پھل

کھانے سے منع کیا تھا کے مبادا انسان نیک و بد کو پہچان کر خدا کی مانند ہو جائے۔

ب۔ خداوند نے کہا تھا کہ اگر تم (آدم اور حوا) اس ممنوعہ درخت کے پھل کھاؤ گے تو دونوں مر جاؤ گے۔

ج۔ لیکن سانپ (شیطان) نے کہا کہ تم اس پھل کو کھاؤ گے تو نہیں مرو گے۔

د۔ آدم اور حوا نے مذکورہ (ممنوعہ) پھل کھایا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی نہیں مرا بلکہ ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اپنی ننگ کو محسوس کرنے لگے۔ یعنی نیک و بد کی پہچان ان کو حاصل ہوئی۔

یہ ہے آدم و حوا کے گناہ کا قصہ! مذکورہ حوالہ سے ظاہر ہے کہ آدم اور حوا نے نیک و بد کی پہچان حاصل کرنے اور اس طرح خدا کی مانند بننے یعنی خدائی صفات اپنانے کی نیک نیتی سے مذکورہ پھل کھایا تھا۔ وہ ایسا خطرناک گناہ نہیں تھا جس کی بخشش ہی نہیں ہو سکتی۔ اور جس کے نتیجہ میں ہر پیدا ہونے والا شخص گنہگار ٹھہرایا جائے اور یہ گناہ ہزار ہا سال تک جاری و ساری رہے۔

ایک اور بات اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ خدا نے یہ کہا تھا کہ اگر تم ممنوعہ پھل کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ لیکن اس کے بالمقابل شیطان نے کہ تھا کہا تم نہیں مرو گے جس کے بعد ان دونوں نے پھل کھایا۔ لیکن نہیں مرے۔ کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی نعوذ باللہ خدا کی بات جھوٹی نکلی اور شیطان کی سچی۔

بفرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ اگر آدم اور حوا نے ایک گناہ کر ڈالا تھا تو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے نہ صرف آدم اور حوا کو اتنی شدید سزا دی نہ صرف انہیں بلکہ تمام آدم زاد اور حوا زادیوں کو ہزار ہا سال تک ایسی سزا دی جو ایک رحم دل خدا سے ہرگز متوقع نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں بائبل کہتی ہے۔

"خداوند نے عورت سے کہا کہ میں تیری درد حمل کو بہت بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنیگی اور تیری رغبت اپنے شوہر کے ساتھ ہوگی۔ وہ تجھ پر حکومت کریگا اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مان لی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا۔ اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی بنی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائیگا۔.... تو اپنے منہ سے پسینہ کی روٹی کھائیگا۔"

(پیدائش باب 3 ملاحظہ ہو)

یعنی آدم و حوا نے نیک نیتی سے بقول عیسائیوں کے ایک گناہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں ابدی طور پر ہر عورت کے لئے یہ سزا مقرر کی جاتی ہے کہ وہ درد کے ساتھ بچے جنیگی۔ اور ہر مرد کے لئے یہ سزا مقرر ہوئی کہ وہ ہمیشہ پسینہ بہا کر بہت محنت اور مشقت کے ساتھ روٹی کھایا کریگا۔ اور بے چاری زمین کو جس کا کوئی قصور نہیں خوامخواہ ہمیشہ کے لئے لعنتی بنایا گیا۔

الغرض آدم و حوا کے ناکردہ گناہ کے سبب ہزار ہا سال سے خدا ہر مرد اور عورت کو یہ سزا دیتا رہا۔ پھر بھی اس کا غیظ و غضب ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اپنے معصوم اور بے گناہ بیٹے کو زمین پر بھیجا تا کہ بنی نوع انسان کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لیکر صلیب کی لعنتی موت مار ڈالے۔ چنانچہ بقول عیسائیوں کے یسوع مسیح نے تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے کر صلیب پر جان دے دی۔ لیکن اتنا سب کچھ ہو چکنے کے باوجود خدا کے غضب کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ وہ بھڑکتی ہی رہی یعنی باوجود اس صلیبی موت پر ایمان لانے والے تمام عیسائی مرد عورتیں گنہگار کے گنہگار ہی ٹھہرے رہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد بھی ہر عیسائی عورت دردزہ سے بچے جنتی رہتی ہے۔ اور عیسائی مرد کو پسینہ کی یعنی محنت و مشقت کی روٹی ہی کھانا نصیب ہو رہا ہے۔

ایک اہم سوال

یہاں پر ایک بہت بڑا سوال قابل حل ہے۔ یعنی اگر یسوع

مسیح کی آمد کی غرض ہی دنیا کو گناہوں سے نجات دلانے کے لئے دنیا کے تمام گناہوں کو اپنے اوپر لے کر صلیبی موت کو اپنانا ہے تو اُنہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی آمد کی غرض و غایت کو پانے کے لئے کوشش کرتے اور جلدی کرتے۔

لیکن آپ کا ردّ عمل کیا تھا؟ بائبل ہی اس طرف رہنمائی کرتی ہے۔یعنی جب یسوع مسیح کو معلوم ہوا کہ حکام کی طرف سے موت کی سزا سنائی جانے والی ہے تو بہت گھبرا گئے اور موت کا پیالہ ٹلنے کے لئے خون پسینہ میں تبدیل کر کے رات بھر دعائیں کرتے رہے۔اور اپنے شاگردوں کو مجبور کیا کہ وہ بھی دعائیں کریں اور علیحدگی میں جا کر دعا کرتے رہے۔ جب تھوڑی دیر بعد اپنے شاگردوں کے پاس واپس آئے تو انہیں سوتے پایا۔اس لئے بہت برہم ہو کر انہیں جگایا اور دعا کرنے کے لئے مجبور کرتے رہے۔

(ملاحظہ ہو لوقا 22:41-48)

جب یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تو انہوں نے تیز آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتانی۔یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (متی 27:46)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح کبھی بھی صلیب کی لعنتی موت مرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس سے بچنے کے لئے بہت کوشش اور دعائیں کرتے رہے تھے۔گویا کہ وہ اپنی آمد کے مقصد سے بھاگ جانا چاہتے تھے!

صلیبی موت سے بچنے کی دعائیں قبول ہونا

ایک اور بات بھی یہاں قابل غور ہے۔یعنی یسوع مسیح نے نیک و بد کی پہچان کی عظیم الشان علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

خدا گنہگاروں کی نہیں سُنتا۔لیکن اگر کوئی خدا پرست ہو اور اُس کی مرضی پر چلے تو وہ اسکی سُنتا ہے۔

(یوحنا 9:32)

اس علامت کی رد سے اگر یسوع مسیح کی درد بھری دعائیں جو صلیب پر چڑھائے جانے سے قبل اور بعد میں انہوں نے کی ہیں خدا تعالیٰ مسترد کر کے اُنہیں صلیبی موت مار ڈالتا تو یسوع کے متعلق ماننا پڑیگا کہ وہ نعوذ باللہ خدا پرست نہیں تھے۔ بلکہ گنہگار تھے۔

لیکن اس کے بالمقابل خدا تعالیٰ آپکی دعاؤں کو قبول فرما کر آپکو صلیبی لعنتی موت سے بچا لیتا تو موجودہ عیسائیت کی عمارت جو اس عقیدہ پر مبنی ہے دھڑام سے گر جاتی۔

انجیل یہ کہتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع مسیح کی دعا قبول فرمائی تھی۔انجیل کا یہ حوالہ ملاحظہ ہو۔

"یسوع نے آنکھیں اُٹھا کر کہا۔اے باپ! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سُن لی۔اور مجھے تو معلوم تھا کہ تُو ہمیشہ میری سُنتا ہے۔"

(یوحنا 11:41,42)

نیز ملاحظہ ہو

"اس نے اپنی بشریت میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔اور خدا ترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی۔" (عبرانیوں 5:7)

المختصر بائبل کے عہد نامہ جدید سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع مسیح کی دعائیں سنیں اور اس کے نتیجہ میں آپکو صلیبی موت سے نجات دی۔

اس سے عیسائیوں کے عقیدۂ کفارہ کے بے بنیاد اور باطل ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔

(جاری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقویم ھجری شمسی کا اجراء.....(7)

ماہ وفا بمقابل جولائی

اعتماد: کتابچہ شان خاتم النبیین

از عزیزہ منصورہ اللہ دین حیدرآباد

قارئین کرام! ایک ایسی قوم جو حد درجہ سرکش اور خودسر تھی، کسی کی اطاعت کا جوا اپنے کندھوں پر رکھنے کو ہرگز تیار نہ ہوتی تھی، کسی قواعد و قانون کی پابندی کرنا گویا ان کی فطرت ہی میں نہ تھا، جو آزادانہ ماحول میں بے محابا زندگی بسر کرنے کی خوگر تھی، اُس قوم کو بغیر کسی مادی اقتدار و سطوت کے محض محبت کے تیر بہدف سے گھائل کر کے اس رنگ میں اپنا تابع فرمان بنا لینا کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت یا بڑے سے بڑا لالچ بھی انہیں اطاعت و وفا کے دائرہ سے سرمُو نہ ہٹا سکے، یہ صرف اور صرف ہمارے آقا مطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اعجازی کارنامہ ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے نہ صرف قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اپنے عملی نمونے سے اپنی صدق وصفا اور عشق و وفا کا جو نمونہ دکھلایا کسی بھی نبی کے پیروکار ویسا نمونہ نہیں دکھلا سکے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر وفا کی یاد میں ماہ جولائی کا نام ہجری شمسی تقویم میں وفا تجویز فرمایا۔

قارئین کرام! صدق و وفا وہ عظیم خُلق ہے جو دین و دنیا دونوں جہانوں میں ایک انسان کیلئے عزت و وقار اور بقاء ولقاء الٰہی کی ضمانت دیتا ہے۔ بے وفا انسان نہ دنیا میں سرخرو ہو سکتا ہے اور نہ آخرت میں کوئی عمدہ ٹھکانہ بنا سکتا ہے۔ انسانوں کا ذکر تو چھوڑیئے، وفا ایک ایسا طبعی تقاضا ہے جو بہت سے جانوروں میں بھی اس حد تک پایا جاتا ہے کہ انسان بھی اس سے استفادہ کرتا ہے لیکن یہی طبعی تقاضا جب عقل اور شرع کے ماتحت حضرت انسان کے جوارح سے ظاہر ہوتا ہے تو ایسے محیّر العقول عجائبات دکھلاتا ہے کہ انسان تو انسان فرشتے بھی حیرت سے ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہیں۔

آیئے! آج میں آپ کو حیرت انگیز صدق و وفا کی اُس کہکشاں کی سیر کراؤں جو آج سے چودہ سو سال پہلے ملک عرب میں ایک نبی اُمّی کی خاطر فدائیوں نے اپنے خون سے بنائی تھی۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے صدق و وفا کے نمونے مذاہب عالم کی تاریخ کے اُفق پر آج بھی ستاروں کی مانند جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ حبشی النسل حضرت بلالؓ نے نوجوانی میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپؓ امیہ بن خلف نامی مکہ کے ایک رئیس کے غلام تھے وہ انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتا گرمی کے موسم اور چلچلاتی دھوپ میں جبکہ مکہ کی سرزمین آگ اُگل رہی ہوتی تھی گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا کہ آپ حرکت نہ کر سکیں۔ اور کہتا کہ لات اور عزّیٰ بتوں کی اُلوہیت تسلیم کر اور محمد (ﷺ) سے علیحدگی کا اظہار کر۔ مگر حضرت بلالؓ کی زبان سے اس کربناک حالت میں بھی اَحد اَحد ہی کی صدا بلند ہوتی، کہ تم جو کرنا ہے کر لو حقیقت یہی ہے کہ اللہ ایک ہے یہ جواب سُن کر امیہ غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا اور آپؓ کے گلے میں رسّہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا کہ وہ آپؓ کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں پر گھسیٹتے پھریں جس سے آپؓ کا بدن لہولہان ہو جاتا تب بھی آپؓ کی زبان سے اَحد اَحد ہی نکلتا رہا اور بے صبری و بے وفائی کا کوئی

کلمہ منہ سے نہ نکلا، سبحان اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ قبول اسلام کے بعد حرم شریف میں جا کر انہوں نے قرآن مجید کی چند آیتیں بلند آواز سے پڑھیں تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور ان کو اس قدر مارا کہ سارا جسم لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ظالموں نے تپتی ریت پر لٹا دیا اور پر سے پتھر پھینکتے رہے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ نہایت اطمینان سے سب اذیتیں برداشت کرتے رہے اور مسکراتے رہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ مسکراتے کیوں ہیں؟ فرمایا، کیا تم نہیں جانتے کہ جب کوئی شخص بازار میں دو پیسے کا برتن خریدتا ہے تو کافی ٹھوک بجا کر دیکھتا ہے۔ میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے خرید رہا ہے اور میرے عزم و استقلال کا امتحان لے رہا ہے۔ اس صداقت بھری تقریر کا یہ اثر ہوا کہ فوراً ستر ہ آدمیوں نے کلمہ شہادت پڑھکہ اسلام قبول کر لیا۔

قارئین کرام! کفار مکہ کے پیہم مظالم اور مسلسل جور و ستم کے باوجود جو وفاداروں کا یہ قافلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ بالآخر کفار مکہ نے باقاعدہ ایک معاہدہ تحریر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے جائیں اور کلی طور پر سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے جب تک کہ وہ محمد (ﷺ) سے الگ نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے مطابق بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ انہوں نے بعض اوقات جنگلی درختوں کے پتے کھا کر گذارہ کیا۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ بھوک کی شدت کے وقت اندھیرے میں ہاتھ ایک نرم چیز پر پڑا میں نے جھٹ اٹھا کر اسے نگل لیا اور آج تک مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ بعض لوگ پرانے چمڑے کو صاف کر کے پانی میں بھگوتے اور نرم ہونے پر کھا لیتے۔ بچے بھوک سے بلکتے مگر ظالم کفار اُن تک کوئی چیز پہنچنے نہ دیتے۔ قریباً تین سال تک یہ کیفیت رہی۔ مگر اس قسم کے لرزہ خیز مظالم کے باوجود وفاؤں کے پیکر صحابہ کرامؓ کا جذبۂ ایمانی روز افزوں ترقی پذیر رہا۔ اور ان کے عزم و استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ صحابہ کرامؓ کے صدق و وفا اور بے مثال قربانیوں کے ضمن میں ان کی ہجرت کی داستان بھی نہایت دردانگیز ہے۔ خود حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہجرت کا معاملہ نہایت شدید ہے۔ اپنا گھر بار زمین جائداد، وطن عزیز، بیوی بچے، خویش و اقارب کو چھوڑ کر غریب الوطنی کو اختیار کر لینا کوئی آسان اور معمولی بات نہیں ہجرت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ کو مدینہ میں گونا گوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا آب وہوا راس نہ آئی۔ کئی بزرگ بخار میں مبتلا ہو گئے کاروبار کا کوئی انتظام نہ تھا۔ گھر بار نہ تھے۔ وطن عزیز کی وادیوں، چشموں اور پہاڑوں کی یاد انہیں بے چین کئے رکھتی۔ مگر آفرین ہے صحابہ کرامؓ کی جواں ہمتی، ثابت قدمی اور وفاداری پر کہ ہر دُکھ اور ہر مصیبت کے بعد ان کا ایمان قوی سے قوی ہوتا چلا گیا۔

قارئین کرام! ہجرت مدینہ کے بعد بھی مسلمانوں کی تکالیف کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ان پر ظلم و ستم کا ایک نیا باب کھل گیا اور میدان کارزار میں تلواروں کی دھاروں اور نیزوں کی نوکوں پر ان کی وفاؤں کا امتحان لیا گیا۔ صد آفرین! کہ اس میدان میں بھی صحابہ کرامؓ نے صبر و استقامت اور صدق و وفا کے ایسے بے مثال نمونے چھوڑے ہیں جس کی نظیر دنیا میں معدوم ہے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جب آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا تو اکثر صحابہؓ نے پر جوش تقریریں کیں کہ حضور! ہمارے مال، ہماری جانیں سب راہ خدا میں وقف ہیں ہم ہر وقت اور ہر میدان میں خدمت کے لئے تیار ہیں۔ پھر ایک صحابی حضرت مقدادؓ بن اسود نے یہ محسوس کر کے کہ حضور صلعم کا روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ نہایت جوشیلے انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جا تو اور تیرا رب لڑتے پھرو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ آپؐ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں۔ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔

یہ الفاظ اگرچہ ایک صحابی کے منہ سے نکلے تھے لیکن دراصل پوری

قوم کی ترجمانی کر رہے تھے اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ان جاں نثارانِ اسلام نے عملی طور پر اپنا ہر عہد پورا کر دکھایا اور کشت اسلام کی سیرابی اور شادابی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے گریز نہ کیا اور ہر میدان میں ثابت قدم اور سینہ سپر رہے۔

قارئین کرام! سنہ 4ھ میں قبائل بنی محارب و بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے حضورﷺ چار سو صحابہ کو لے کر نکلے تو اس غزوہ میں سب کے پاس صرف ایک سواری تھی۔ اس طویل سفر میں اکثر برہنہ پا تھے۔ چنانچہ چلتے چلتے اکثر کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ بعض کے ناخن تک جھڑ گئے۔ زخموں کی وجہ سے صحابہؓ نے پاؤں میں کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رکھی تھیں اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ہی غزرہ ذات الرقاع پڑ گیا۔

بنولحیان کے دو سو سولہ آدمیوں نے مقام رجیع پر ان دس مسلمانوں پر حملہ کر دیا جنہیں قبائل قارہ اور عضل کی درخواست پر آنحضرتﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ساتھ بھجوایا تھا۔ آٹھ ان میں سے جام شہادت نوش کر گئے اور باقی دو حضرت خبیبؓ اور حضر زیدؓ کو گرفتار کر کے انہوں نے کفار مکہ کے پاس غلام کے طور پر فروخت کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زیدؓ کو بھی قتل کرنے کے لئے باہر لے جایا گیا۔ تماشائیوں میں ابوسفیان رئیس مکہ بھی تھا۔ حضرت زیدؓ کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا "کیا تم پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمہاری جگہ پر ہو اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے رہو" حضرت زیدؓ نے بڑے غصہ سے جواب دیا کہ ابوسفیان! تم کیا کہتے ہو خدا کی قسم! میرے لئے مرنا اس سے بہتر ہے کہ رسول کریم کے پاؤں میں مدینہ کی گلیوں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اس فدائیت سے ابوسفیان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور اس نے حیرت سے زیدؓ کی طرف دیکھا اور فوراً ہی دبی زبان میں کہا کہ خدا گواہ ہے۔ جسطرح محمدؐ کے ساتھ محمدؐ کے ساتھی محبت کرتے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اور شخص کسی سے محبت کرتا ہو۔

قارئین کرام! کیا ایسے عشق و وفا اور صدق و صفا کے نمونے کسی دنیاوی نظام یا جسمانی تعلقات میں نظر آ سکتے ہیں؟ بلکہ ہم تو یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ مذاہب میں کسی نبی کے پیروکاروں نے بھی ایسی فدائیت و جاں نثاری نہیں دکھلائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دکھلائی اور ان کی یہ قربانیاں صرف ان کی اپنی ذات تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ اپنے عیال و اطفال اپنے عزیز و اقارب کسی کی بھی اپنے آقا و مطاعؑ کے بالمقابل ان کے نزدیک کچھ حقیقت نہ تھی لیجئے اس سلسلے میں بھی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت سعد بن ربیعؓ جنگ احد میں شدید زخمی ہو کر میدان کے کسی گوشے میں پڑے تھے۔ جنگ کے بعد آنحضرتﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ تلاش کرتے ہوئے بڑی مشکل سے جب ان کے پاس پہنچے تو حضرت سعدؓ جان بلب حالت نزاع میں تھے۔ حضرت اُبیؓ نے ان سے پوچھا کہ کوئی پیغام ہو تو فرمائیں! ایسے وقت میں جبکہ چند لمحوں میں ان کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جانے والی تھیں ان کے سامنے نہ اپنی بیوی کی بیوگی کا خیال آیا نہ بچوں کی یتیمی کا، بلکہ جو پیغام دیا وہ یہ تھا۔ "میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تمہاری زندگی میں رسول خداﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے گی تو یاد رکھنا کہ خدا کے حضور تمہارا کوئی جواب اور کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔" انہی الفاظ کے ساتھ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

صدق و وفا کے اس میدان میں عورتوں کی بھی ایک عجیب نرالی شان نظر آتی ہے جنگ احد میں جب آنحضرتﷺ کے شہید ہونے کی افواہ مشہور ہوئی تو مدینہ کی عورتیں گھبراہٹ کے عالم میں گھروں سے نکل کر حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے راستے پر کھڑی تھیں قبیلہ بنو دینار کی ایک انصاری خاتون نے دیکھا کہ ایک شخص احد کی طرف سے واپس آ رہا ہے، بے تابانہ اس کی طرف بڑھیں اور رسول خداﷺ کے بارے میں دریافت کیا اس شخص کا دل چونکہ آنحضور

صلعم کی طرف سے مطمئن تھا کہ آپ تو بخیریت ہیں اس لئے اس نے اس خاتون کے سوال کے جواب میں اس کے نزدیک جو اہم خبر تھی وہ سنائی کہ تمہارا باپ شہید ہو گیا ہے۔ اس عورت نے اس خبر کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے دوبارہ پوچھا کہ حضور صلعم کیسے ہیں؟ اس شخص نے اپنے اطمینان کی وجہ سے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسری خبر یہ دی کہ اس جنگ میں تمہارا بھائی بھی شہید ہو چکا ہے۔ مگر اس خاتون کو اس وقت باپ، بھائی، بہن سب ہیچ نظر آرہے تھے۔ وہ تو صرف اور صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت سے آگاہ ہونا چاہتی تھی اس لئے اس خبر کو بھی بے دلی سے سن کر نہایت بیتابی سے یہی پوچھا کہ مجھے صرف اتنا بتادو کہ آنحضرت صلعم کیسے ہیں؟ لیکن اس شخص نے اب بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ اس مقدس خدا رسیدہ خاتون کے دل میں عشق محمدی کا سمندر کس رنگ میں متلاطم ہے اس لئے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت بتلانے کے اس نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ افسوس ہے کہ تمہارا خاوند بھی شہید ہو گیا ہے۔ لیکن اس خبر نے بھی جو اس کے خرمن دل کو جلا کر خاکستر کر دینے کے لئے کافی تھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور نہایت ہی بے چینی کے عالم میں کہنے لگیں کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کون مرا اور کون زندہ ہے! مجھے تو صرف یہ بتاؤ کہ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تب اس نے بتایا کہ بفضلہٖ تعالیٰ رسول کریم صحیح سالم ہیں اور تشریف لا رہے ہیں یہ جواب سن کر اس کی جان میں جان آئی اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام خاندان کی تباہی کی خبر سن چکی تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم کی سلامتی کی خبر نے اس کے دل سے تمام صدمات کو مٹا ڈالا اور ایک ایسی اطمینان وسکینت کی لہر اس کے رگ وپے میں سرایت کر گئی کہ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ ''کہ اگر آپؐ زندہ ہیں تو پھر سب مصائب ہیچ ہیں۔''

پس حقیقت یہ ہیکہ خدا تعالیٰ سے عشق ومحبت کا وصف حضور سرورِ کائنات صلعم کی ذات والاصفات میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا جس سے بڑھ کر تو کجا اس کی نظیر بھی قیامت تک کوئی اور پیش نہیں کرسکتا۔ کیونکہ آپؐ ہی وفاؤں کے خاتم ہیں اور ثبوت اس دعویٰ کا صحابہ کرام کا وہ پاک نمونہ ہے جس کی ایک جھلک آپ کو کھائی گئی ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز معجزہ نہیں کہ وہ جو کسی بڑی سے بڑی طاقت کے آگے سرخم نہ کرتے تھے۔ اس مربیٔ اعظمؐ کے ایسے مطیع اور فرماں بردار اور ایسے فدائی وجاں نثار بنے کہ جس نے بھی ان کی والہانہ عقیدت وجاں نثاری دیکھی وہ عش عش کر اٹھا وہ اپنے آقا کے لعاب دہن تک کو زمین پر نہ گرنے دیتے جہاں آپؐ کا قدم پڑتا، کوشش کرتے کہ وہیں ان کا بھی قدم پڑے اور ایک اشارے پر جان ومال لے کر حاضر ہو جاتے، عشق ومحبت والہانہ عقیدت اور فدائیت کی ایسی مثال اس سے پہلے نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی۔

قارئین کرام! اس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی تو دیکھئے کہ چودہ صدیوں کے طویل زمانے کے بعد آج پھر ایک اور جاں نثار، فدائی اور عاشق صادق ظاہر ہوا ہے۔

سنئے! بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام اپنے آقا ومطاعؐ کے عشق میں سرشار ہو کر کس فدائیت اور جاں نثاری کے دلی جذبے کے ساتھ اعلان فرماتے ہیں کہ ''اگر میں سو بار بھی اپنی جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کروں تو مجھے افسوس رہیگا کہ ابھی یہ آپؐ کے شایان شان نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپؐ کے سچے فدائی بننے کی توفیق دے۔ آمین

(جاری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خدام الاحمدیہ کے فرائض منصبی

از لقمان قادر بھٹی۔متعلم جامعہ احمدیہ قادیان

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں موجودہ ذیلی تنظیمات، انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کے بانی حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جنہیں وحی الٰہی میں، کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ یعنی آپ کی آمد کو استعارۃً اللہ کا نزول قرار دیا گیا آپ نے 1954ء میں ہر تنظیم کیلئے ایک جماعتی عہد تجویز فرما کر ہدایت فرمائی کہ مقامی جماعتیں خواہ خدام کی ہوں یا انصار اللہ کی ہوں یہ عہد دہرائیں۔

لہذا خدام الاحمدیہ کے ممبران کی سب سے بڑی ذمہ واری یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس عہد کو تازگی بخشتے ہوئے اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہوں۔

خدام الاحمدیہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ؎

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی قومی اور ملّی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہوں گا اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے کیلئے تیار رہوں گا۔ اور خلیفہء وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اسکی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ (انشاء اللہ)

پیارے خدام بھائیو! آپ بھی ہر اجلاس میں ہر میٹنگ کے وقت مجلس خدام الاحمدیہ کا یہ عہد دہراتے ہیں۔ اور کلمہ شہادت پڑھکر خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔

آپ میں سے ہر ایک یہ محاسبہ کرے کہ آپ اس عہد کو کس حد تک پورا کر رہے ہیں؟ کیونکہ اگر آپ اس کے فضل سے اپنے عہد کو پورا کر رہے، ہیں جو آپ خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر کرتے ہیں تو آپ یقیناً عہد کو پورا کرنے والے گروہ میں شامل ہوں گے جن کو مستقل رہائش کے لئے بہترین باغات و گھروں کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن اس کے برعکس آپ اللہ کو گواہ ٹھہرا کر عہد کرتے ہیں اور پھر اس عہد کو توڑنے والے ہیں تو پھر آپ اس عذاب کے مستحق ہوں گے جو عہد توڑنے والوں کے لئے مقدر ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے خاص فضل سے ہم سب خدام بھائیوں کو اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

قرآن کریم کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا عِدَۃُ الْمُوْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِ۔ کہ مومن کا وعدہ ویسا سچا ہوتا ہے۔ جیسے کوئی چیز ہاتھ میں تھمادی جائے۔

ایفائے عہد کے اس وسیع مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمارے لئے ضروری ھیکہ رسول کریم ﷺ کی پاک زندگی میں جھانک کر دیکھیں تو آیئے آج ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایفائے عہد کے متعلق چند جھلکیاں ملاحظہ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کا اپنا نمونہ عہد کو نبھانے کے سلسلہ میں متعدد واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

تاریخ میں آتا ھیکہ جب مکہ کے کچھ نوجوانوں نے ایک

انجمن بنائی جسکی غرض یہ قرار دی کہ اس انجمن کے ممبران مظلوموں کی ہر صورت میں مدد کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شوق سے اس انجمن میں جسکا نام مجلس حلف الفضول رکھا گیا شامل ہو گئے۔ اس مجلس کے ممبران نے ان الفاظ میں قسمیں کھائی تھیں۔

"وہ مظلوموں کی مدد کریں گے اور انکا حق انکو دلوا دیں گے جب تک کہ سمندر میں ایک قطرہ پانی کا موجود ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ خود اپنے پاس سے مظلوم کا حق ادا کریں گے۔

(سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۶)

شاید اس قسم پر کماحقہ عمل کرنے کا موقعہ آپ (ﷺ) کے سوا کسی کو نہیں ملا۔ جب آپؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے زیادہ مکہ کے سردار ابو جہل نے آپ کی مخالفت میں حصہ لیا۔ اور لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ سے کوئی کلام نہ کرے۔ اور انکی کوئی بات نہ مانے بلکہ ہر ممکن طریق سے ان کو ذلیل کرے۔ انہی دنوں ایک شخص جس نے ابو جہل سے اپنے قرض کی وصولی کا مطالبہ کیا۔ لیکن ابو جہل نے اسکا قرض ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس شخص نے مکہ کے بعض لوگوں سے اس دکھ کی شکایت کرنی چاہی مگر ناکام ہوا۔

اسی دوران مکہ کے بعض نوجوانوں نے محض شرارت سے اسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ اس کے پاس تم جاؤ وہ تمہاری مدد کریں گے۔ انکی غرض یہ تھی کہ یا تو آپ صلعم اس کی مخالفت کی وجہ سے جو مکہ والوں کی طرف سے عموماً اور ابو جہل کی طرف سے خصوصاً ہو رہی تھی۔ اسکی مدد کرنے سے انکار کر دیں گے اور اسطرح نعوذ باللہ آپؐ عربوں میں ذلیل ہو جائیں گے۔ اور اپنی قسم کو توڑنے والے اور اپنے عہد کو نہ پورا کرنے والے کہلائیں گے۔

یا پھر آپؐ اسکی مدد کے لئے ابو جہل کے پاس جائیں گے اور وہ نعوذ باللہ آپ (ﷺ) کو ذلیل کر کے اپنے گھر سے نکال دیگا۔

مگر جب وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دادرسی کے لئے گیا اور ابو جہل کے قرض واپس نہ کرنے کا قصہ سنا کر آپؐ سے مدد طلب کی تو آپ (ﷺ) بلا توقف اسکی مدد کے لئے اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب آپؐ اس شخص کے ہمراہ ابو جہل کے گھر پہنچے تو اس وقت ابو جہل اپنے گھر کے سامنے محفل جمائے اپنے دوستوں سے مصروف گفتگو تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو مخاطب کر کے اس کو اپنے ہمراہ شخص کا حق ادا کرنے کیلئے فرمایا۔ ابو جہل بلا چون و چرا اٹھ کر اپنے گھر کے اندر گیا اور فوراً مطلوبہ رقم لا کر اس شخص کو ادا کر دی۔

سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے عہد اور قسم کو پورا کرنے کے لئے اپنے جانی دشمن کے پاس جا کر مظلوم کو اسکا حق دلوانا اپنے عہد اور قسم کو پورا کرنے کی ایک انتہائی عظیم مثال ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے بھی قرآن کریم کے عہد کو پورا کرنے کے حکم پر اس رنگ میں عمل کیا ہے کہ اسکی نظیر دنیا کی کسی قوم میں ڈھونڈنا محال ہے۔ اور ہم سب کے لئے بالخصوص خدام الاحمدیہ کیلئے ایسا نمونہ قائم کیا ہے کہ اس کے لئے ہمیں ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہنا چاہیے۔

عہد کو پورا کرنے کی ایک عظیم الشان مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وقوع پذیر ہوئی یہ پڑھیں اس سے سبق

حاصل کریں۔

ایک دن حضرت عمرؓ مدینہ کے اکابرین سے حکومتی معاملات کے بارے میں محوگفتگو تھے۔اس دوران دواشخاص ایک بدو کو کھینچتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے اور کہنے لگے ۔ انصاف یاامیرالمومنین انصاف حضرت عمر نے فرمایا صبر سے کام لو اورتحمل سے بات کرو۔اور مجھے بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے؟اس پرفریاد کرنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ اس بدبخت بدو نے ہمارے باپ کوقتل کردیا ہے اورہم صرف انصاف کے طلبگار ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم بھی اسکو قصاص میں موت کے گھاٹ اتاریں۔

حضرت عمرؓ نے اس نوجوان ملزم کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے دفاع میں کیا کہنا چاہتے ہو؟ ملزم نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین اس بوڑھے آدمی نے میرے اونٹ کو ہلاک کردیا تھا اسلئے میں نے غصے میں آکراس مقتول کواتنا مارا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔میرا حقیقت حال کے متعلق صرف یہی بیان ہے اوراب فیصلہ کا حق صرف آپکے ہاتھ میں ہے۔فریاد کرنے والے اپنے مقتول والد کےقتل کے بارے میں کسی بھی قسم کا ہرجانہ لینے کے لئے تیار نہ تھے۔اور چونکہ انکا مطالبہ قصاص کی صورت میں قاتل کوبھی موت کےگھاٹ اتارنے کا تھا۔

چنانچہ حضرت عمر نے قاتل کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے بیان ہی سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو۔کیونکہ قتل کی سزا موت ہی ہے تاہم اس سے پہلے کہ تم کوموت کے گھاٹ اتارا جائے تم اپنی آخری خواہش بتاؤ تا کہ اسکو پورا کرنے پرغور کیا جائے۔

قسمت کے مارے ملزم نے عرض کیا یاامیرالمومنین میں نے کچھ قرض لیا ہوا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہیکہ ایک مسلمان کومقروض ہونیکی حالت میں مرنا نہیں چاہیئے۔ لہذا میری درخواست ھیکہ مجھے کچھ مہلت دی جائے تا کہ میں اپنے گاؤں جاکر قرضداروں کا قرض اتاردوں اوراس کے بعدسزا لینے کیلئے واپس آجاؤں۔

یہ درخواست چونکہ بہت ہی معقول تھی لیکن پھر بھی اس بات کی کیاضمانت تھی کہ ملزم سزا لینے کے لئے ضرور واپس آئیگا۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً تم کوضرور مہلت دی جاسکتی ہے ۔ بشرطیکہ تم کسی آدمی کو اپنا ضامن دو تا کہ اگر تم مقررہ وقت پر واپس نہ آئے تو ضمانت دینے والے کوتمہارے قصاص کے بدلہ میں ہلاک کردیا جائے۔

بیچارے بدّو نے مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظر دوڑائی مگران میں سے ایسا کوئی بھی دوست یاواقف کاردکھائی نہ دیا وہ مایوس ہو ہی رہا تھا کہ اچانک اسکی نظرایک شریف النفس اورفرشتہ خصلت انسان پر پڑی اورخوشی سے اسکا چہرہ چمک اٹھا۔اوراس نے کہا کہ مجھے امید ہیکہ یہ بزرگ میری جگہ ضامن ہونا منظور کرلیں گے۔حضرت عمر نے اس بزرگ کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

یہ بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔حضرت ابوذر غفاری رضی تعالیٰ نے بلاتامل فرمایااے امیرالمومنین میں اس شخص کی جگہ بطور ضامن کے بالکل تیار ہوں۔

چنانچہ اس بات پر سبکا اتفاق ہوگیا کہ بدو اپنے قرض کی ادائیگی کیلئے اپنے گاؤں چلا جائے اور اپنے تمام کام نمٹا کر وقت مقررہ پر پہنچ جائے سو بدو نے یہ وعدہ کرتے ہوئے مدینہ چھوڑا کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہیگا۔

جلد ہی مقررہ دن آ پہنچا مگر بدو کی واپسی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے سب لوگ اس بزرگ صحابی کے متعلق متفکر اور پریشان تھے۔ کیونکہ قصاص کیلئے وقت مقررہ کی چند ہی گھڑیاں باقی رہتی تھیں۔ اور اگر بدو عین وقت پر نہ پہنچا تو پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصاص کے طور پر قتل کر دیا جانا تھا۔ لیکن ابو ذر غفاریؓ بے حد حوصلہ مند دکھائی دے رہے تھے اور ان کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نظر نہ آرہے تھے۔

آخر وقت مقررہ بھی آ پہنچا اور حضرت ابوذر غفاری کو پہرہ داروں کی نگرانی میں مقتل کی طرف لے جایا گیا تاکہ ایک بالکل انجان اور اجنبی شخص پر اعتماد کرنے کی سزا کو اپنی جان دیکر بھگتیں جلوس کے تمام افراد پر دہشت ناک خاموشی طاری تھی کہ جسکو صرف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں کی آہ بکا ہی توڑ رہی تھی۔

اتنے میں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ صحرا کیطرف سے گرد غبار اٹھتا ہوا نظر آرہا ہے جلد ہی یہ نمایاں ہوکر سامنے آیا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آرہا ہے جونہی وہ قریب آیا تو تمام جلوس نے بلند آواز سے کہا کہ یہ تو وہی بدّو معلوم ہوتا ہے درحقیقت یہ وہی بدّو تھا معلوم ہوتا تھا کہ کسی وجہ سے اسکو وقت مقررہ میں آنے سے دیر ہوگئی تھی اسلئے وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پہنچا گھوڑا منزل پر پہنچتے ہی گر پڑا اور دم توڑ گیا یہ نظارہ ایسا دردناک تھا کہ جس نے وہاں پر موجود تمام لوگوں پر بہت گہرا اثر کیا کہ دیکھو موت کے ڈر نے بھی بدو کو اپنا عہد توڑنے پر آمادہ نہیں کیا اور وہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے قصاص کیلئے حاضر ہوگیا اس پر مقتول کی اولاد جو کہ اب تک دیت لینے کے لئے رضامند نہ تھی اور کسی بھی قسم کا ہرجانہ یا جرمانہ لینے کے لئے تیار نہ تھی اور صرف اور صرف قصاص لینے پر مُصر تھی وہ بھی ایفائے عہد کے اس واقعہ سے اس قدر متاثر ہوئی کہ انہوں نے فوراً آگے بڑھکر حضرت عمر رضی اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین ہم نے اس بدو کو معاف کر دیا ہے پس پھر کیا تھا جلوس کے تمام شرکاء میں خوشی کی لہر دوڑ گئی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ کے ساتھ ساتھ بیچارے بدو کی بھی جان بچ گئی۔ بری ہوتے ہی وہ بدو حضرت ابوذر کیطرف لپکا اور معانقہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے جیسے اجنبی کے لئے اپنی قیمتی جان کو کیوں داؤ پر لگا دیا؟ حضرت ابوذر نے جواب دیا کہ "آپ مصیبت میں تھے اور آپ نے مجھ پر صرف مسلمان ہونے کی بنا پر اعتماد کیا تو میں ایک مسلمان کے اعتماد کو کیسے ٹھیس پہنچا سکتا تھا۔

میرے خدام بھائیو آپ نے دیکھا کہ اس بدو مسلمان نے اپنے عہد کو کسطرح پورا کیا اور باوجود اس کے کہ اس بدو نے قصاص میں قتل ہو جانا تھا پھر بھی وہ اپنے ایفائے عہد پر قائم رہا اور قصاص کے لئے حاضر ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اسکی نیکی کا انتہائی عمدہ بدلہ اسطرح دیا کہ جس اولاد کا باپ اس بدو کے ہاتھوں مرگیا تھا اس غمگین اور دکھی اولاد کے دل میں اس بدو کے متعلق اتنا رحم ڈالا کہ بالآخر انہوں نے اسکو معاف کر دیا۔

پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم خدام الاحمدیہ کو اپنے فرائض منصبی سمجھنے اور انکو پورا کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ اور اس عہد کو جسکا تقاضا ہم سے بانی تنظیمؒ نے کیا ہے کماحقہٗ پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

قرض کے بارہ میں دینی تعلیم

مکرم اشفاق حسین صاحب

ابتدائے آفرینش سے یہ بات نظر آتی ہے کہ انسان ہمیشہ مل جل کر باہم ہمدردی محبت پیار تہذیب اور تمدن سے رہتا چلا آیا ہے۔نتیجۃً لوگ ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے رہتے ہیں اسی لئے انسان کو Social Animal بھی کہا جاتا ہے۔جیسا کہ لفظ انسان سے ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسیت و محبت ہمدردی و تعاون سوچ بچار اور ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ رکھا ہے۔اس فطری جذبہ کی وجہ سے ہم اس وقت مجبور ہو جاتے ہیں جب ہمیں پتہ لگتا ہے کہ ہماری انسانی براوری سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو کوئی ضرورت لاحق ہے۔ اس میں اپنے عزیز و اقارب رشتہ دار دوست احباب پڑوسی ساتھی حتیٰ کہ انجانے (ابن السبیل) بھی شامل ہیں۔اور یہی ایک دوسرے کی امداد کا وقت ہوتا ہے جب کوئی حالات سے مجبور ہو۔ یہ امداد مختلف اشیاء کے علاوہ روپئے پیسے سے بھی ہوتی ہے۔اگر یہ چیزیں بامید واپسی دی جائیں تو اسے "قرض" کہا جاتا ہے۔

اسلام کی اعلیٰ تعلیمات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں۔جیسے اس نے ہمیں عبادات کے ایسے طریقے سکھائے جن سے انسان ترقی کرتا کرتا باخدا انسان بن کر اخروی انعامات خداوندی کا وارث بن سکتا ہے اسی طرح اس نے ہمیں ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی کے ایسے اصول بھی بتائے جن پر عمل کرنے سے ہمارا یہ ماحول جنت بن سکتا ہے۔زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط دینی تعلیمات میں آپس کے لین دین قرض دینے اور لینے اور پھر واپس کرنے وغیرہ کے بارہ میں نہایت ہی واضح ہدایات موجود ہیں۔جن میں سے کچھ ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کی 246ویں آیت میں مومنین سے اپنے لئے قرض طلب فرماتا ہے۔گو بظاہر یہ قرض دینی اغراض اور الٰہی جماعتوں کے قیام ترقی اور غلبہ وغیرہ مقاصد عالیہ کے لئے مالی قربانیوں اور "چندوں" کی احسن رنگ میں ادائیگی سے بدرجہ اولیٰ متعلق ہے لیکن غور کیا جائے تو اس میں ایک دوسرے کی مدد کے لئے قرض دینے کی بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔

کبھی بندوں کو دینے کا نام مجازی طور پر خدا تعالیٰ کو دینا بھی رکھا جاتا ہے جیسے حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ بعض لوگوں سے کہے گا کہ اے ابن آدم میں بیمار تھا لیکن تو نے میری عیادت نہ کی۔میں بھوکا رہا اور میں نے کھانا بھی مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔میں پیاسا رہا اور تجھ سے پانی بھی مانگا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔بندہ خدا تعالیٰ سے پوچھے گا کہ اے اللہ! تو کب بیمار ہوا کہ میں نے تیری عیادت نہ کی۔تو نے کب مجھ سے پانی مانگا کہ میں نے تجھے پانی نہ پلایا۔تو نے کب مجھ سے کھانا مانگا کہ میں نے تجھے نہ کھلایا۔اس پر خدا تعالیٰ فرمائیگا۔کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اُسے کھانا نہ کھلایا۔میرے فلاں بندہ

نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسے پانی نہ پلایا۔ (مسلم)

اس مشہور حدیث سے "اللہ تعالیٰ کی مدد" کے مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس سے مراد نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کی جائے اور اس کی ترقی اور کامل غلبہ کے لئے نسلاً بعد نسلٍ مالی اور جانی قربانی کی جاتی رہے بلکہ بنی نوع انسان کی جائز ضروریات کے وقت ان کی مدد کرنا بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے تم نیکی بھلائی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ لہذا لوگوں کو ان کی بھلائی مدد اور ان کی زندگی میں آسانی مہیا کرنے نیز ان کی ترقی وغیرہ کی ضروریات کے لئے قرض دینا بھی منشائے الٰہی کی تکمیل کے علاوہ بہترین خلق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ حقوق العباد میں ہی شامل ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید ہدایات پیش خدمت ہیں۔

قرض دینا اور لینا شرعاً جائز ہے

قرآن کریم کی مندرجہ بالا تشریح کے علاوہ احادیث نبویہ سے پتہ لگتا ہے کہ بعض دفعہ ہمارے آقا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قرض لیتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ قرض بامر مجبوری ہی لیتے ہوں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ بطور قرض کچھ لینا اور دینا شرعاً جائز ہے۔

حتی الوسع قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ "اے اللہ قرض کے غلبہ اور انسانوں کے قہر سے بچائیو"

ایسا ہی حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم اپنے پیچھے اولاد کو اس حال میں نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ بھیک مانگتی پھرے۔ اگر غور کیا جائے تو مستقل مقروض یا قرض لیتے ہی رہنے والے شخص پر بھی یہ بات صادق آسکتی ہے۔

ہمارے آقا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اکثر مذکورہ بالا دعا کیا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی سنت مقدسہ مطہرہ کی اتباع میں ہمیں بھی یہ دعا مانگتے رہنا چاہئے اور حتی الامکان مقروض ہونے سے بچنے کی کوشش کرنی اور مناسب ذرائع اختیار کرنے چاہئیں مثلاً اخراجات میں اعتدال اور میانہ روی۔

قرض دو تو لکھ لیا کرو

لیکن پھر بھی اگر اشد مجبوری میں قرض لینا ہی پڑے تو قرآن کریم کی ہدایت اس بارہ میں یہ ہے۔ فرماتا ہے (البقرہ 283) اے ایماندارو! جب تم ایک دوسرے سے کسی مقررہ میعاد کے لئے قرض لو تو اسے لکھ لیا کرو۔ آگے اسی آیت کریمہ میں فرماتا ہے یعنی یہ لین دین خواہ چھوٹا ہے یا بڑا (کم یا زیادہ) تم اس کی میعاد لکھنے میں سستی (لاپرواہی) نہ کیا کرو۔

یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی اور زیادہ درست رکھنے والی ہے۔ نیز (تمہارے لئے اس بات کو) قریب تر (کردینے والی) ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔ پس لین دین کا لکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

مراد یہ ہے کہ قرض لو مدت مقررہ کے ساتھ یعنی قرض بھی لو اور مدت بھی مقرر کرو۔ یہ معنے نہیں کہ اگر قرض غیر معین عرصہ کے لئے لو تو نہ لکھو بلکہ یہ الفاظ بڑھا کر بتایا ہے کہ عرصہ قرض معین کر لینا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے یہ نہایت ہی حکیمانہ تعلیم ہے جس پر عمل نہ کرنے کی وجہ

سے بہت سے جھگڑے جنم لیتے اور پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔
اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں :"دوسرا سبب قومی تنزل کا یہ بتاتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا۔قرض دیتے وقت تو دوستی اور محبت کے خیال سے نہ واپسی کی کوئی میعاد مقرر کرائی جاتی ہے اور نہ اسے ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے اور جب روپیہ واپس آتا دکھائی نہیں دیتا تو لڑائی جھگڑا شروع کر دیا جاتا ہے۔یہاں تک کہ مقدمات تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔اور تمام دوستی دشمنی میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپس کے تعلقات کو خراب مت کرو۔ اور قرض دیتے یا لیتے وقت ہماری ان دو ہدایات کو ملحوظ رکھو۔
(1) اول یہ کہ جب تم کسی سے قرض لو تو اس قرض کی ادائیگی کا وقت مقرر کرلو۔
(2) دوم روپیہ کا لین دین ضبط تحریر میں لے آؤ۔
(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 263)

واپسی میعاد کے اندر کرو

قرض اگر مل جائے تو پھر وقت مقررہ کے اندر اندر اس کی احسن طور پر ادائیگی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (المعارج 33) (وہ لوگ محفوظ عذاب سے ہیں) جو اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں اور اپنے عہدوں کی حفاظت کرتے ہیں۔حدیث نبوی ہے بے شک تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو ادائیگی کے لحاظ سے اچھا ہے۔آپ نے قرض کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ شہید کے تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں سوائے قرض کے اس سے معلوم ہوا کہ ایک احمدی کو حقوق العباد کے ادا کرنے میں اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے میں کتنا صاف اور باقاعدہ ہونا چاہئے۔انسان اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی تو قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔مگر قرض کی بروقت اور احسن طور پر ادائیگی اس کے بہتر انسان ہونے کی علامت ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ایک نادار اور غریب آدمی جس کے پاس قرض ادا کرنے کے لئے رقم نہیں جب کہ اس کی نیت بھی ادائیگی کی ہو تو ایسے فرد سے قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔لیکن صاحب حیثیت کا ٹال مٹول کرنا واضح طور پر بدنیتی اور ظلم ہے جس سے اس کے محسن بھائی کو تکلیف پہنچے گی۔وعدہ اور حالات کے سازگار ہونے پر قرض کی ادائیگی نہ کرنا دین کی تعلیم کے مطابق ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کا دوست نہیں ہے۔اس حدیث سے یہ پہلو بھی نکلتا ہے کہ صاحب حیثیت سے اگر کوئی ضرورتمند قرض کی خواہش کرے تو اسے دے دینا چاہئے دینے سے انکار بھی ظلم ہوگا۔

تنگ حال مقروض سے سلوک

اگر مقروض تنگ حال ہو اور ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس بارہ میں دینی تعلیم کیا ہے؟ قرآن کریم فرماتا ہے (البقرہ 281) اور اگر (کوئی) مقروض تنگ حال ہو کر آئے تو آسودگی (حاصل ہونے) تک (اسے) مہلت دینی ہوگی اور اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو جان لو کہ تمہارا (اس شخص کو راس المال بھی (صدقہ) کے طور پر دے دینا سب سے اچھا (کام) ہے۔اسی مضمون پر مشتمل ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنے قرض دار کو مہلت دیتا ہے یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔
ہم میں سے ہر ایک کی یقیناً یہ خواہش ہوگی کہ قیامت کے دن ہم پر اللہ تعالیٰ کا سایا ہو۔تو اس کے لئے اے میرے عزیز بھائیو! اگر آپ کی زندگی میں ایسا موقع میسر آجائے تو اللہ تعالیٰ اور اپنے پیارے آقا حضرت اقدس محمد عربی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات

پر عمل پیرا ہو کر اپنے قرض دار سے محبت اور نرمی کا سلوک کرتے ہوئے حسب موقع مہلت دے کر یا قرض کو معاف کر کے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے "سایہ" کے امیدوار بننے کی کوشش کریں۔ اتنی سی قربانی اور اس قربانی کا یہ عظیم ترین انعام۔ اسی مضمون سے متعلق چند مزید احادیث نبوی ﷺ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ خدا ایسے شخص پر رحم کرے جو تقاضا میں نرمی اور آسانی پیدا کرے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا ایسے شخص کو دوست رکھتا ہے جو خرید و فروخت اور تقاضا میں نرمی اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت حذیفہؓ اور مسعودؓ سے روایت کہ ان دونوں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تم سے قبل گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا۔ اس کے پاس ملک الموت روح نکالنے آئے اور اس پوچھا کہ کیا تم نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ دیکھو سوچو تب اس نے کہا کہ مجھے تو بجز اس کے کچھ معلوم نہیں ہے کہ میں دنیا میں لوگوں سے خرید و فروخت کیا کرتا تھا تو میں مالدار کو (ادائے قرضہ وغیرہ) مہلت دیتا تھا۔ اور تنگ دست (غریب) کو قرضہ معاف کر دیتا تھا۔ پس خدا تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاری)

قرضہ کی واپسی پر کچھ زائد ادائیگی

قرضہ کی واپس ادائیگی کے وقت کچھ زائد واپس کرنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بڑی گستاخی سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا۔ صحابہ کرام کو بڑا غصہ آیا اور اسے ڈانٹنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو کیونکہ جس نے لینا ہو وہ کچھ نہ کچھ کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اسے اس عمر کا جانور دے دو جس عمر کا اس نے وصول کرنا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس وقت تو اس سے بڑی عمر کا جانور موجود ہے۔ آپ نے فرمایا وہی دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنا قرض زیادہ عمدہ اور اچھی صورت میں ادا کرتا ہے۔

صاحب استطاعت کا ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور قرض کی ادائیگی میں امداد

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ استطاعت رکھنے والے کا جب کہ سب کچھ موجود ہو قرض ادا نہ کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔ فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا قرض کسی دولتمند کے ذمہ لگایا جائے اور وہ اس بات کو مان لے کہ یہ قرض وہ ادا کر دے گا تو قرض خواہ کو یہ سپردگی اور حوالگی مان لینی چاہئے اور بے جا ضد نہیں کرنی چاہئے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 782)

صاحب حیثیت لوگوں کو غرباء اور مجبور لوگوں کے قرض ادا کر کے ان کو قرض سے نجات دلانی چاہئے تا ان کے لئے سہولت پیدا ہو کر سکون کا موجب ہو اور وہ دعائیں دیں۔

ایک عجیب واقعہ

اب قرض لینے اور اس کی حسن ادائیگی یعنی بہترین طریق پر قرض کی واپسی سے متعلق ایک دلچسپ اور ایمان افروز حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک مرد کا ذکر فرمایا جس نے دوسرے بنی اسرائیلی سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ سو اس نے کہا گواہوں کو لا کہ ان کو قرض کا گواہ کروں۔ تو اس نے کہا کہ خدا کا گواہ ہونا کفایت کرتا ہے۔ قرض دینے والے نے کہا کہ ضامن ہی لا۔ اس نے کہا کہ خدا کا ضامن ہونا کفایت کرتا ہے۔ اس نے کہا تو نے سچ

کہا پھر اس نے اس کو ہزار اشرفیاں کچھ مدت ٹھیرا کر دیں۔ سو وہ سوداگری کرنے کے واسطے سمندر کے سفر میں گیا۔ سو (جب) اپنے کام سے فراغت کر چکا۔ پھر اس نے جہاز تلاش کیا تا سوار ہو کر معین مدت کے اندر قرض دینے والے کے پاس آوے۔ سو اس نے کوئی جہاز نہ پایا۔ سو اس نے ایک لکڑی کو لے کر کرید ا (یعنی اندر سے کھوکھلا کیا) پھر اس میں اشرفیوں کو بھرا اور اپنا ایک خط قرض دینے والے کے نام اس میں ڈالا۔ اس کے مہرے کو خوب بند کیا اور سمندر پر لے آیا۔ اور کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں سے ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں۔ سو اس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ خدا کا گواہ ہونا کفایت کرتا ہے۔ وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا تھا۔ اور اس نے مجھ سے ضامن مانگا تھا۔ تو میں نے کہا تھا کہ خدا کا ضامن ہونا کفایت کرتا ہے۔ تو وہ تیری ضامنی پر رضامند ہو گیا تھا۔ اور میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی جہاز پاؤں تا کہ اس کا قرض پہنچاؤں۔ سو میں نے نہ پایا۔ اب میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ پھر اس نے اس کو سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ ڈوب گئی پھر وہ وہاں سے پلٹ آیا۔

دوسری طرف وہ شخص جس نے اس کو قرض دیا تھا وہ بھی اسی انتظار میں تھا کہ شاید کوئی جہاز اس کا قرض کا مال لایا ہو۔ سو ناگہاں اُس لکڑی پر اسکی نظر پڑی جس میں مال تھا۔ سو اس کو اپنے گھر والوں کے جلانے کے واسطے لیا۔ پھر جب اُس کو چیرا تو مال اور خط کو اس میں پایا۔ پھر مدت کے بعد جس کو قرض دیا تھا وہ آیا۔ اور ہزار اشرفیاں لایا۔ اور کہا قسم خدا کی میں ہمیشہ جہاز کی تلاش میں کوشش کرتا رہا کہ میں تیرے پاس تیرا مال لاؤں۔ سو اس وقت کے آنے سے پہلے میں نے کوئی جہاز نہ پایا قرض دینے والے نے کہا کہ البتہ خدا نے تیری طرف سے جو مال تو نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ سو پہنچا دیا۔ سو اب تو اپنی ہزار اشرفیاں لے کر خیریت سے پھر لے جا"

اس حدیث سے راست معاملگی قرض کے احسن رنگ میں واپسی امانت داری اللہ تعالیٰ پر یقین کامل اور اس پر ایمان کا پتہ لگتا ہے۔

قرض کے بارہ میں یہ تعلیم ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کی بھلائی اور اپنی عاقبت کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لہٰذا قرض دینے والے ان حضرات کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مالی وسعت عطا فرمائی ہے۔ انہیں چاہئے کہ جب یہ پتہ ہو یا اندازہ اور امید ہو کہ قرض پر دیا ہوا روپیہ یا جنس وغیرہ اشیاء واپس ہو جائیں گی تو اسے بشاشت قلبی سے نہ کہ تنگ دلی سے ضرورت مند لوگوں کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا انعامات کے حق دار بن سکتے ہیں۔

اور قرض لینے والوں کو بھی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس نے ضرورت کے وقت آپ کی عزت کی خاطر اور آپ کی سہولت کے لئے اپنی رقم یا کوئی چیز دی ہے وہ یقیناً آپ کا محسن ہے۔ واپسی کے مطالبہ پر اس کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک نہ کریں۔ بلکہ اس احسان کا بدلہ یہ بھی ہے کہ وہ رقم یا جنس مقررہ مدت کے اندر بغیر مطالبہ کے از خود احسن رنگ میں واپس کرنے کی حتی الامکان کوشش کر کے اپنی ساکھ اور عزت کو بچانے کے ساتھ قرض خواہ کو بھی ذہنی اور جسمانی کوفت پریشانی اور اذیت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان اس کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل دعائیں بھی کرتے رہنا چاہئے کہ

اہم دعائیں

(1)"اے اللہ قرض کے غلبہ اور انسانوں کے قہر سے بچائیو"
آمین

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور عرض کیا زر کتابت یعنی فدیہ آزادی ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں تجھے ایسے کلمات نہ بتاؤں جو مجھے آنحضرت ﷺ نے سکھائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اس کے ادا کرنے کے سامان کردے گا۔ تم یہ دعا کیا کرو۔

(2)"اے میرے اللہ! تیرا دیا ہوا حلال رزق میرے لئے کافی ہو حرام رزق کی مجھے ضرورت نہ پڑے۔ (یعنی مجھے حلال رزق دے۔ حرام رزق سے بچا) اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز اور مستغنی کردے" (یعنی کبھی دوسروں کا محتاج نہ بنوں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی تعلیمات پر صحیح رنگ میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے تا ہمارا معاشرہ ایک بہترین معاشرہ تشکیل پا سکے۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ 7 رمئی 2001ء)

من الظلمات الی النور

اس عنوان کے تحت قبول احمدیت کی دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پر مشتمل مضامین مقامی صدر صاحب کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں۔ ساتھ اپنی تعارفی فوٹو بھی۔ (ایڈیٹر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ-55)

طالب دُعا۔

AHMAD-FRUIT-AGENCY

Commision & Forwarding
Agents
ASNOOR(KULGAM)
KASHMIR

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

NASIR SHAH
GANGTOK - SIKKIM

Watch Sales & Service
All Kind of Electronics
Export & Import Goods &V.C.D and C.D Players are Available Here
Near Ahmadiyya Mission Gangtok
Ph: 03592 - 26107
03592 - 81920

قادیان دارالامان میں

پنجاب ،ہریانہ ، ہماچل کے نومبائعین کے لئے

پندرہ روزہ تربیتی کیمپ کا کامیاب انعقاد

185 طلباء اور 65 طالبات کی شرکت

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سیدنا حضور انور کی اجازت ومنظوری سے سال گذشتہ کی طرح امسال بھی مرکزی انتظام کے تابع 7 تا 22 جون پندرہ روزہ تعلیمی وتربیتی کیمپ کا انعقد کیا گیا۔ جسمیں پنجاب ہماچل و ہریانہ سے 185 طلباء و 65 طالبات سمیت 250 کی حاضری رہی۔

افتتاحی پروگرام

پروگرام کے مطابق 6 جون کی شام تک طلباء و طالبات کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ 7 تاریخ کی شام تک بھی مختلف علاقوں سے طلباء کے وفود قادیان پہنچتے رہے۔ قادیان کا ماحول ایک اجتماع کا سا منظر پیش کررہا تھا۔ اگرچہ باقاعدہ کلاسوں کا آغاز 7 جون کی صبح سے ہی کرایا گیا تھا پر رسمی طور پر افتتاحی تقریب 9 جون کو مدرسہ احمدیہ کے ہال میں محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح و ارشاد کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جسمیں ہر سہ صوبوں کے نگران صاحبان کے علاوہ محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھی شریک تھے۔ اس موقعہ پر محترم مولانا منیر احمد صاحب خادم نگران دعوت الی اللہ ہریانہ نے گذشتہ سال منعقد ہونے والی کلاس کا تجزیہ کرتے ہوئے مختصر رپورٹ پیش کی کہ گذشتہ سال تربیتی کلاس میں شریک طلباء کی تعداد صرف 75 تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ یہ تعداد تین گناہ سے بھی زائد ہے۔ جماعت کی دگنی ہونے کی صلاحیت کو اس رنگ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے۔ بعدازاں مکرم ناظر صاحب دعوت الی اللہ نے پنجابی زبان میں تربیتی کیمپ کے انعقاد کی اہمیت اور اسکے بہترین نتائج کے بارے میں تقریر کی۔

آخر میں محترم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد صدر اجلاس نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے تربیتی کیمپ سے حتی المقدور استفادہ کی تلقین فرمائی۔

رہائش

محترم ناظر اعلیٰ امیر جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایات پر طلباء کے لئے مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں اور طالبات کے لئے نصرت گرلز اسکول میں رہائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جبکہ کھانے کا انتظام لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مناسب رنگ میں کیا گیا تھا۔

نظارت اصلاح و ارشاد کی طرف سے محترم مولوی محمود احمد صاحب خادم کو اس کیمپ کے نگران مقرر کئے جانے کی اطلاع ملتے ہی ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی اور محترم مولانا منیر احمد صاحب خادم نگران دعوت الی اللہ ہریانہ کی صدارت میں ایک میٹنگ کرکے تمام انتظامات کا جائزہ لیا گیا ار مکمّل لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ اس میٹنگ میں شریک دیگر ممبران یہ تھے۔ مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم، مکرم مولوی قریشی محمد فضل اللہ صاحب، مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب، خاکسار زین الدین حامد۔

اس کے علاوہ محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ بھارت کے ساتھ بھی بعض لجنہ کی عہدیدارات کی موجودگی میں میٹنگ کی اور مکمّل لائحہ عمل وضع کیا گیا اور باقاعدہ نصاب مقرر کرکے الگ الگ اساتذہ کے سپرد کردیا گیا۔

کیمپ کے انعقاد کی اطلاع دیتے ہوئے سیدنا حضور انور کی خدمت پر وگرام کی تفصیل بھجواتے ہوئے دعا کی خصوصی درخواست کی گئی تھی۔ جسکے جواب میں حضور انور نے فرمایا:-

’’اللہ تعالیٰ کامیاب کرے اور اسکے نیک نتائج پیدا کرے۔ کیمپ میں شامل ہونے والے طلبہ اور طالبات کو ہماری نیک تمناؤں کا تحفہ اور محبت بھرا السلام علیکم پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ وناصر ہو۔‘‘

(VMA.1870/14-06-01)

سیدنا حضور انور کی دعاؤں اور توجہ کا ہی نتیجہ ہے کہ توقع سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اس کیمپ کو کامیاب بنایا ہے۔ الحمد للہ

رجسٹریشن

تمام شرکاء کیمپ کے اسماء باقاعدہ رجسٹر کر کے ان کو خوبصورت رجسٹریشن کارڈ Issue کر دیا گیا۔ جسمیں ان کا نام۔ جماعت کا نام وغیرہ درج کیا گیا تھا۔

ڈیوٹیوں کی تقسیم

انتظامی امور کی بجا آوری کے لئے سب کمیٹی کی تشکیل کے ساتھ ساتھ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی وساطت سے مکرم مہتمم مقامی سے تعاون لیتے ہوئے خدام کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ جسمیں سیکیورٹی، قیام طعام، رہائش، نمازوں میں جگانا، سیر و تفریح، کھیل وغیرہ کے امور شامل تھے۔ اس سلسلہ میں مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب اور ان کے زعماء حلقہ جات مکرم عطاء الٰہی احسن صاحب غوری و مکرم اظہر احمد صاحب خادم مکرم سید نور الدین صاحب اور ان کے رفقاء کی خدمات قابلِ قدر ہیں اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔

علمی مجالس

مقررہ نصاب کے مطابق تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء میں علمی جستجو پیدا کرنے اور انکی معلومات میں اضافہ اور ازدیاد ایمان کے لئے بعد نماز عشاء رہائشی کمروں میں مختلف علمی نشستیں بھی منعقد ہوتی رہیں۔ اسمیں مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم و مکرم مبارک احمد صاحب تقوی قائد علاقائی پنجاب و ہماچل مکرم فاروق احمد صاحب فرید اور مکرم مبشر احمد صاحب ندیم معلمین سلسلہ پنجاب خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان نشستوں میں طلباء کو بے جھجک سوالات و استفسارات کا موقعہ دیا گیا اور دعاؤں کی اہمیت، عبادات وغیرہ موضوع پر بے تکلفی سے گفتگو ہوتی رہی۔ اسکے علاوہ علمی مقابلہ جات کا انعقاد کر کے بچوں کے مقابلے کروائے گئے۔ اور حسن قراءت، نظم اور تقاریر میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو مستحق انعام قرار دیا گیا۔

تعلیمی کلاسز و علماء و بزرگان کی تقاریر

روزانہ 6 گھنٹیاں لگتی رہیں۔ جن میں سے ایک گھنٹی تقریر کے لئے مختص تھی۔ جسمیں مختلف علماء و بزرگان سلسلہ تشریف لاتے اور مقررہ عنوان پر تقریر کرتے رہے اور یہ پروگرام بھی بے حد مفید اور کامیاب ثابت ہوا۔ جن احباب کو اس موقعہ پر تقاریر کا موقعہ ملا ان کے اسماء یہ ہیں۔ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب، محترم مولانا بشیر احمد صاحب خادم، محترم گیانی تنویر احمد صاحب خادم، محترم مولوی محمد حمید صاحب کوثر، محترم مولوی عنایت اللہ صاحب، محترم مولوی بُرہان احمد صاحب ظفر، محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب، مکرم قاری نواب احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر محمود احمد صاحب بٹ اور جن اساتذہ کو تدریس کا موقعہ ملا ان کے اسماء یہ ہیں۔ مکرم مظفر احمد صاحب ناصر، مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب، مکرم عبدالوکیل نیاز صاحب، مکرم محمد فضل اللہ صاحب قریشی، مکرم حافظ شریف الحسن صاحب، مکرم منصور احمد صاحب، مکرم نصیر احمد صاحب عارف، مکرم مبارک احمد صاحب تقوی، مکرم عطاء الٰہی احسن صاحب غوری، اور خاکسار زین الدین حامد۔ فجزاھم اللہ واحسن الجزاء

خطبات امام

تربیتی کلاس کے دوران آنے والے دونوں جمعوں کے موقعہ پر نو مبائعین طلباء و طالبات کو حضور انور کے خطبات دیکھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ طلباء کے لئے مسجد اقصیٰ اور دارالضیافت میں اور طالبات کے لئے مسجد مبارک میں انتظام تھا۔ طلباء و طالبات بہت شوق و ذوق کے ساتھ ان پروگرام سے مستفید ہوتی رہیں۔

وقار عمل

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی کے زیر انتظام 8 جون کو ایک شاندار وقار عمل کا اہتمام کیا گیا۔ بعد نماز فجر تمام طلباء کو ایوانِ خدمت کے صحن میں جمع کیا گیا۔ تلاوت اور عہد کے بعد مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ بھارت نے وقار عمل کی اہمیت، پس منظر قوموں کی تعمیر میں وقار عمل کا رول وغیرہ کے بارے میں تقریر کی۔ بعد ازاں ایوان خدمت کے گرد و پیش کی صفائی کی گئی

کھیلیں

روزانہ بعد نماز عصر طلباء کے لئے خصوصی کھیلوں کا انتظام کیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے تعاون سے طلباء کو مختلف کھیلوں کا سامان خرید کردے دیا گیا۔ اسی طرح 4 طلباء کو Gym میں پریکٹیس کا بھی موقعہ فراہم کیا گیا۔

مقامات مقدسہ کا تعارف اور سیر

روزانہ محترم مولانا محمد حمید صاحب کوثر کی نگرانی میں مقامات مقدسہ کی زیارت اور ان کا تعارف کروایا جاتا رہا۔ محترم موصوف باری باری ایک ایک جگہ طلباء کو لے جاتے اور تاریخی حوالوں سے تعارف کرواتے اور اسکی اہمیت و برکات پر روشنی ڈالتے رہے اور ساتھ ساتھ بعض اہم مواقع پر نظارت نشرواشاعت کے شعبہ M.T.A کی جانب سے ویڈیو ریکارڈنگ بھی ہوتی رہی۔

تفریحی و معلوماتی ٹور

پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق مورخہ 20 جون کو ایک تفریحی و معلوماتی ٹور کا اہتمام کیا گیا۔ محترم چودھری محمد عارف صاحب قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد کی قیادت میں 2 بسوں اور 10 چھوٹی گاڑیوں پر مشتمل وفد صبح 7½ بجے ڈلہوزی کھجیار کی طرف روانہ ہوا۔ تقریباً 6½ گھنٹوں کی مسافت طے کرنے کے بعد 2 بجے کھجیار پہنچا۔ وہاں کے قدرتی خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں نے علمی طور پر بھی استفادہ کیا۔ کھجیار کی شاداب وادی میں ایک علمی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جسمیں محترم منیر احمد صاحب خادم، محترم مولوی عنایت اللہ صاحب اور محترم منور احمد صاحب نوری آف لندن نزیل قادیان نے بچوں کو بیش قیمت نصائح سے نوازا اور مکرم نوری صاحب موصوف نے اس ٹور کے لئے خصوصی تعاون بھی فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ

اس موقعہ پر خوردونوش کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ مکرم مولوی سفیر احمد صاحب شمیم کی نگرانی میں بہت ہی عمدہ کھانا تیار کروایا گیا۔ اس سلسلہ میں مکرم مبشر احمد صاحب عامل، مکرم شفیق احمد صاحب سندھی، مکرم شاہد احمد صاحب ندیم، مکرم عطاء الٰہی احسن صاحب غوری، مکرم مامون رشید صاحب تبریز، اور مکرم محمود موسیٰ صاحب باجوہ کا تعاون قابلِ ذکر ہے۔

تفریحی اور معلومات سے بھر پور اس ''سیروا فی الارض'' سے مستفید و مستفیض ہوتے ہوئے طلباء خوشی خوشی سے قادیان دارلامان کی طرف واپس روانہ ہوئے تقریباً 11/2 بجے رات کو بحفاظت قادیان وارد ہوئے۔ اس پروگرام میں محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد، محترم مولوی محمود احمد صاحب خادم نگران تربیتی کلاس، محترم تنویر احمد صاحب خادم نگران دعوت الی اللہ پنجاب و ہماچل محترم منیر احمد صاحب خادم نگران ہریانہ، محترم ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسۃ المعلمین کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت و قادیان کے معزز اراکین شریک ہوئے۔

جلسہ امہات وزیارت مقامات مقدسہ

لجنہ اماء اللہ کی طرف سے طالبات کے لئے مختلف پروگرام مرتب کئے گئے تھے۔ مقررہ نصاب کے مطابق کلاسز ہوتی رہیں۔ اسکے علاوہ جلسہ امہات کا اہتمام کیا گیا اور مقامات مقدسہ کی زیارت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا۔

(لجنہ کی طرف سے تفصیلی رپورٹ الگ تیار کی جارہی ہے۔)

امتحان

پندرہ روزہ تربیتی کلاس کے اختتام پر باقاعدہ طلباء کا تحریری وزبانی امتحان لیا گیا اور اسمیں اوّل دوم سوم آنے والوں کو خصوصی انعامات کے مستحق قرار دیا گیا۔

تقریب اختتامی و تقسیم انعامات

طے شدہ پروگرام کے مطابق 19 جون کو مدرسہ احمدیہ کے صحن میں تیار شدہ پنڈال میں زیرصدارت محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ، امیر جماعت احمدیہ قادیان تربیتی کلاس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ جسمیں تلاوت و نظم کے بعد محترم مولانا منیر احمد صاحب خادم نگران دعوت الی اللہ ہریانہ نے پندرہ روزہ تربیتی کیمپ کی رپورٹ تفصیلی رنگ میں پیش کرتے ہوئے محترم

موصوف نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا کہ اس نے اپنے فضل سے بہت اچھے رنگ میں تربیتی کلاس کے انعقاد کی توفیق بخشی ہے۔ بعدازاں محترم ناظر صاحب اعلیٰ و دیگر ناظران دفتر و منتظمین و اساتذہ و علماء کرام کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے اپنے مخلصانہ تعاون سے اس کلاس کو ہر جہت سے کامیاب بنایا ہے۔

اسکے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے مختصر طور پر نومبائعین کو مخاطب کر کے خدام الاحمدیہ کے تعلق سے بعض باتیں سمجھائیں۔ اسکے بعد محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد نے مختصر تقریر کی بعدازاں محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے نومبائعین خدام واطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔ امتحان میں اول دوم سوم آنے والوں اور علمی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات دئے گئے۔ اس کے علاوہ تین نومبائع داعی الی اللہ کو اس موقعہ پر خصوصی اعزاز بخشا گیا۔ تقسیم انعامات سے پہلے نومبائعین میں سے دو خدام اور ایک طفل نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے تقریر کی اور جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت پر خدا کا شکریہ ادا کیا اور جماعت کے تئیں اپنی عقیدت اور محبت کا نہایت گرم جوشی سے اظہار کیا۔

صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ یہ تقریب نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچی

اس پروگرام میں پردہ کی رعایت کے ساتھ نومبائع بچیاں اور لجنہ کی بعض عہدیدارات نے بھی شمولیت کی اور بزرگان کی نصیحتوں سے مستفیض ہوئیں۔

بعدازاں تمام حاضرین کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کی طرف سے ریفریشمنٹ کا انتظام تھا۔

اس تربیتی کیمپ کے کامیاب انعقاد میں ہریانہ، ہماچل اور پنجاب کی جماعتوں میں خدمت کر رہے مبلغین و معلمین کرام اور داعیین الی اللہ کا خصوصی تعاون حاصل رہا یہ سب خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں۔

اس تربیتی کلاس کے بہتر اور دوررس نتائج کے لئے بزرگان سے درخواست دعا ہے۔

(زین الدین حامد نائب نگران دعوت الی اللہ پنجاب ہماچل)

Love for All, Hatred for None

M. C. Mohammad

Kodiyathoor

SUBAIDA TIMBER

Dealers In :

TEAK TIMBER, TIMBER LOG, TEAK POLES & SIZES TIMBER MERCHANTS

Chandakkadave, P.O. Feroke
KERALA - 673631
☎ : 0495 - 403119 (O)
402770 (R)

NAVNEET JEWELLERS

Ph. (S) 70489
(R) 70233, 70847

CUSTOMER'S SATISFACTION IS OUR MOTTO

FOR EVERY KIND OF GOLD & SILVER ORNAMENTS

(All Kinds of *rings* & *"Alaisallah"* rings olso sold here)

Navneet Seth, Rajiv Seth

Main Bazzar Qadian

(بقیہ صفحہ :)

بیانی، مدمقابل کی عزت واحترام، انکی قدردانی، انکی باتوں کی طرف غور سے توجہ کرنا وغیرہ امور سے فریق ثانی پر مثبت یا منفی اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان جو اختلافات جنم لیتے ہیں اکثر سخت کلامی کی وجہ سے ہی ہیں۔ بہت معمولی باتیں بسااوقات خطرناک عائلی جھگڑوں میں منتج ہوتی نظر آتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ساس بہو میں، بھابھی نندوں میں "تو تو میں میں" اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح بظاہر بہت ہی معمولی باتیں طلاق وخلع تک بھی منتج ہو جاتی ہیں۔

پس ایک ایسی جماعت جسکو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ازسرِ نو اخلاقی قدروں کے قیام اور ترویج کے لئے کھڑا کیا ہے اس کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے گفتار و کردار میں نرمی اور ملاطفت سے کام لے، اور درشتی اور سخت کلامی سے کام لے۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے امتِ مؤمنین کو یہ پیغام دیا ہے کہ

"فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك" ال عمران-160

اور اے نبی تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے دی گئی ہے اُن کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تو بداخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے!

قارئین کرام! ہمارے پیارے آقا کے حوالہ سے آپ کے متبعین کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ نرم زبان استعمال کریں۔ بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ کریں، سخت دلی کے مرتکب نہ ہوں۔ کاش دین مصطفیٰ کی طرف منسوب ہونے میں فخر کرنے والے، آپکی اتباع و اطاعت کے دم بھرنے والے، اس حسین نصیحت پر عمل کرتے، منابر پر چڑھ کر بے لگام ہونے والے، تمام تر انسانی قدروں کو پامال کرتے ہوئے، مساجد کے میناروں سے سخت کلامی، درشتی اور بدکلامی پر مشتمل تقریر جھاڑنے والے مولوی صاحبان کم ازکم اس آیت پر غور کرتے!

قارئین کرام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان خلق کی وجہ سے عرب کے وحشی صفت انسان کسقدر آپ کے عشاق میں شامل ہوئے اور ان کے اندر ایسے حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا کہ آپ کی جان کے پیاسے آپکی خاطر اپنی جانیں نچھاور کردیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قاموا باقدام الرسول بغزوهم
كالعاشق المعشوق فی الميدان"
فدم الرجال لصدقهم فی حبهم
تحت السيوف اريق كالقربان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ لوگ ایک عاشق زار کی طرح میدان جنگ میں آگے بڑھے۔ سوان مردوں کے خون ان کی خلوص محبت کے باعث تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہائے گئے۔ پس اس عظیم الشان روحانی تغیر اور تبدیلی کی وجہ قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے۔ "لنت لھم" تو ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ آج ہماری جماعت جس قسم کا روحانی انقلاب دلوں میں پیدا کرنا چاہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس بنیادی صفت کو اپنائے۔

قارئین کرام! یہ وہ بلند و بالا معیار ہے جس پر امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جو عشاق اور فدائیین کی جماعت ہوا کرتی تھی ان کو یہ گوارا نہ تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی حضور کی مجلس سے دور رہیں۔ یہ آپ ﷺ کی اس عظیم الشان خوبی کی وجہ سے ہی تھا۔ پس اللہ تعالیٰ اس آیت کے حوالہ سے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وساطت سے

امت محمدیہ کو یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ تم عظیم الشان روحانی افواج کی تیاری کے لئے کھڑے کئے گئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ غیروں کے ساتھ حسن معاملہ کریں لیکن ایسی اخلاقی تبدیلیاں چند لمحوں میں پیدا نہیں ہوا کرتیں۔ بسا اوقات لمبی محنت اور لمبے زمانہ کے متقاضی ہیں۔ اس لحاظ سے ہمیں اپنی اولاد کی صغر سنی سے ہی نگرانی کرنی پڑے گی۔ بچوں کو ادب اور شائستگی سکھانی پڑے گی۔ اس کا مرکزی اور اہم کردار والدین کو ادا کرنا ہے۔

اس تعلق میں سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"......... چونکہ مجھ تک ساری دنیا کے مختلف نزاع کبھی بالواسطہ، کبھی بلاواسطہ پہنچتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے محسوس کیا ہے کہ جب تک بچپن سے ہم اپنی اولاد کو زبان کا ادب نہیں سکھاتے اُس وقت تک آئندہ بڑے ہو کر قوم میں ان کے کردار کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے ہیں اور ان کی بدخلقیاں بعض نہایت ہی خطرناک فساد پیدا کر سکتی ہیں۔ جنکے نتیجہ میں دکھ پھیل سکتے ہیں۔ جماعتیں بٹ سکتی ہیں۔ منافقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ سلسلے کے انحراف کے واقعات ہو سکتے ہیں....."

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

قارئین کرام! دیکھئے! زبان کے غلط استعمال کے نتیجہ میں کسقدر خطرناک معاشرتی برائیوں کے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ تمام تر مصیبتیں زبان کی وجہ سے آتی ہیں کسقدر حقائق پر مبنی ہے۔ آج کی مہذب سوسائٹیوں میں رونما ہونے والے واقعات کسقدر اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہمیں چھوٹی عمر سے ہی اپنے بچوں کو ادب سکھانے کی طرف توجہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم"

تم اپنی اولاد کی عزت و اکرام کیا کرو اور ساتھ ہی ان کو بہترین ادب بھی سکھاؤ۔ روزمرّہ کی زندگی میں اپنے بنی نوع بھائیوں سے نرمی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہئے، درشتی اور بدکلامی سے باز رہنا چاہئے۔ خاص طور پر ایک ایسی جماعت کے لئے جو ترقی پذیر ہے اور روز بروز مختلف قوموں اور ملتوں اور مذاہب سے تعلق رکھنے والے لکھوکھا لوگ آشامل ہوتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ دل کی گہرائیوں سے ان کا استقبال کریں اور اُن سے بدخلقی نہ کریں تاکہ وہ ہمارے حسن اخلاق سے جماعت کے گرویدہ بن جائیں اس کے برعکس ہم سختی کریں گے اور ترش روئی سے کام لیں گے انکی کمزوریوں اور بشری نقائص سے چشم پوشی کرتے ہوئے نرمی کے ساتھ تعاطف و تراحم کے ساتھ انکی اصلاح کی کوشش نہیں کریں گے تو یہ نووار دین ہمارے قریب آنے کے بجائے یہ نووار دین جماعت سے متنفر ہو جائیں گے اور دور چلے جائیں گے۔ جسکے لئے ہم خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"یسّروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا" (بخاری--69)

تم لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کیا کرو، مشکلات نہ پیدا کیا کرو۔ تم ان کو خوشخبری دیا کرو اور ان کو متنفر نہ کیا کرو!

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"ان الرفق لا یکون فی شیء الا زانه ولا ینزع من شیء الا شانه" (مسلم--2594)

یقیناً رفق یعنی نرمی کسی چیز میں بھی پائی جائے تو اُسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے یہ صفت نکال دی جائے وہ بدصورت بن جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ صافی پر جسقدر ملاطفت اور نرمی موجزن تھی اسکی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

ایک مرتبہ ایک اعرابی بادیہ نشین مسجد حرام میں آیا۔ اب

وہ مسجد میں ہی تھا اسے پیشاب کی حاجت ہوئی، وہ وہیں پر اپنی حاجت روائی کی۔ اسپر وہاں موجود لوگ مسجد کی عظمت و تقدس کے خیال سے اس اعرابی سے سختی سے نپٹنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روکا اور فرمایا: نہیں نہیں ایسا نہ کرنا۔ اُسے جانے دو، تم لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو مشکلات پیدا کرنے کے لئے نہیں۔"

(بخاری حدیث نمبر 220)

قارئین کرام! نو واردین کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے کسقدر شاندار انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی راہنمائی فرمائی ہے۔ مسجد کی اہمیت اور عظمت اپنی جگہ درست ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نو مسلم کے دل کے رنجیدہ ہونے یا اسکے متنفر ہونے کو پسند نہیں کیا اور عملی رنگ میں صحابہ کو یہ سبق دیا کہ مختلف مدارج کے لوگ، مختلف مکاتب فکر کے لوگ، مہذب سوسائٹیوں سے تعلق رکھنے والے بھی اور پس ماندہ اقوام کے لوگ بھی اسلام میں داخل ہوں گے۔ انکی تعلیم و تربیت اور ان کو فعّال رنگ میں نظام جماعت سے منسلک کرنے کے لئے تمہیں تدریجی طور پر حکمت عملی وضع کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں یہ نظارہ نظر آرہا ہے اور کثرت کے ساتھ مختلف مذاہب اور قوم اور عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگ جوق در جوق آغوش احمدیت میں آرہے ہیں۔ الحمدللہ

ایک اور موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مَنْ یُحرَم الرفقَ یُحرَمُ الخیرَ کلہ"

(مسلم--2592)

جو شخص رفق یعنی نرمی اور ملاطفت سے محروم کیا جاتا ہے تو سمجھو کہ وہ تمام تر بھلائیوں سے محروم کیا جائے گا۔ یعنی جو لوگ اپنے گفتار اور اعمال میں نرمی سے کام لیتے ہیں لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرتے ہیں اسکے نتیجہ میں معاشرہ میں بہت ساری بھلائیاں پیدا ہوتی ہیں اور معاشرہ بہت ساری اخلاقی برائیوں اور ذہنی الجھنوں سے محفوظ و مأمون ہو جاتا ہے۔

پس سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اس صفت کو قوموں کی تعمیر و ترقی کے لئے ضروری قرار دینا نہایت ہی پر حکمت ہے اور آپکی دور اندیشی اور فراست کی علامت ہے اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کے گہرے مطالعہ کے بعد آپ نے یہ تجزیہ نکالا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ نجی زندگی سے لے کر ایوانِ اقتدار تک کے تمام مراحل میں تمام شعبوں میں اس صفت کا ہونا ضروری ہے۔ اس صفت کے فقدان کے نتیجہ میں کسقدر خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ روزمرہ کے ہمارے مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ ایوانِ اسمبلیوں اور ایوانِ پارلیمنٹ میں، دیگر قانون ساز اداروں اور قومی مجالس میں کسقدر بد خلقی سے کام لیا جاتا ہے۔ دوسروں کی عزت و احترام تو درکنار تمام اخلاقی قدروں کا خون کیا جاتا ہے گالی گلوچ اور بہتان تراشیاں کی جاتی ہیں۔ ذاتی کمزوریوں کو اچھالا جاتا ہے آباء و اجداد کی خامیاں منظر عام پر لائی جاتی ہیں۔ بالآخر کرسیاں چلتی ہیں۔ دھکے مکے تک نوبت آجاتی ہے۔ پولیس کو دخل دینا پڑتا ہے، عوام کے حقوق کی تحفظ کے علمبردار قانون اور آئین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایسے مظاہرے کرتے ہیں کہ الامان! قوم کے لیڈ اور راہ نما کہلاتے ہوئے ان کو ایسے کام کرنے میں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ لیکن احمدیت کے ذریعہ جس یونیورسل انقلاب کی داغ بیل ڈالی جاچکی ہے اور جس قسم کی فلاحی، اصلاحی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جانا ہے اور جس قسم کی عادلانہ حکومتیں قائم کی جانی ہیں وہ یقیناً اس قسم کی برائیوں سے محفوظ و مأمون ہونی چاہئیں اور دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دکھانا ہیکہ اسلامی تعلیم کسقدر بہتر اور برتر ہے! پس مستقبل میں ہمارے کندھوں پر عائد ہونے والی عظیم

ذمہ داریوں کا خیال کرتے ہوئے اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

تبلیغ و دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں بھی نرم زبان کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس اصولی ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

اِذ ھبا الی فرعون انه طغیٰ فقولا له قو لاً لینًا لعله یتذکر او یخشیٰ(سورۃ طٰہٰ آیت 45)

تم دونوں ہی فرعون کے پاس جاؤ کیوں کہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور تم دونوں اسے نرم نرم کلام کرو۔ شاید کہ وہ سمجھ جائے یا ہم سے ڈرنے لگے۔

قارئین: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تبلیغ و دعوت الیٰ اللہ کے کاموں میں ''قول لیّن'' اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے جنکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں تجربہ حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مدمقابل کو قائل کرنے اور ان کو ہم خیال بنانے کے لئے کسقدر تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ بسا اوقات دلائل و براھین سے نظریاتی لحاظ سے مدمقابل کو شکست دے سکتے ہیں لیکن ان کے دل کو حق و صداقت کی طرف مائل کرنے کیلئے یہی قرآنی ہتھیار ''قول لین'' سے کام لینا پڑتا ہے۔ محض دلائل سے دلوں کو فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے بسا اوقات بڑے بڑے علماء کو وہ کامیابی نصیب نہیں ہوتی جو کامیابی سادہ مزاج، کم پڑھے لکھے، نرم خو واعظین کو انکی نرم گفتاری بے تکلفانہ گفتگو، تصنع سے بالا ان کے اعمال و کردار کے نتیجہ میں نصیب ہوا کرتی ہے۔ فرعون جیسے جابر بادشاہ کے پاس بھی پیغام حق لے جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو یہ حکم دیا کہ ''قولا لہ قولاً لینا''، ممکن ہے کہ فرعون سخت کلامی میں اتر آئے، بدخلقی کا مظاہرہ کرے لیکن تم دونوں کو یہ تاکید کی جاتی ہیکہ تم نے نرمی سے اور قول لیّن سے گفتگو کرنی ہے۔ درشتی اور سخت کلامی سے کام نہیں لینا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ انداز و اسلوب گفتگو تبلیغ میں بہت نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ پس تبلیغ و دعوت الی اللہ کے میدان میں بھی نہایت نرمی سے گفتگو کرنی چاہئے۔ فریق مخالف کی طرف سے جسقدر بھی تلخی اور ترش روئی کا مظاہرہ ہو ہمیں اپنے کردار میں بہر حال نرمی اور ملاطفت سے کام لینا ہے تاکہ آنے والے بھی ان صفات سے متصف ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''... جہاں نرمی کا موقعہ ہو وہاں سختی اور درشتی نہ کرے... دیکھو! فرعون بظاہر کیسا سخت کافر انسان تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو یہی ہدایت ہوئی کہ قولا لہ قولاً لینا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی قرآن شریف میں اسی قسم کا حکم ہے ان جنحو للسلم فاجنح لھا۔ مؤمنوں اور مسلمانوں کے واسطے نرمی اور شفقت کا حکم ہے۔''

(ملفوظات جلد ع10 ص232)

''... اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اُسے برا معلوم نہ ہو۔ کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں۔ دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو! خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو متقی ہے۔''

(ملفوظات جلد ع1 ص208)

پس یہ وہ بنیادی خلق ہے جسکو سیدنا حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں مذہبی قوموں کی تعمیر میں دوسرے اہم اور بنیادی صفت کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضور انور کے منشاء کے مطابق ان صفات سے متصف ہوں۔ امین

زین الدین حامد

(جاری)